قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (اٰل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 26/ دسمبر 2022ء | 2/ جمادی الثانی 1444 ہجری قمری | 26/ فتح 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:284

ارشاد باری تعالیٰ

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

(النحل:115)

ترجمہ: پس جو کچھ تمہیں اللہ نے رزق عطا کیا ہے اس میں سے حلال (اور) طیّب کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

فرض امور کی ادائیگی کے بعد سب سے بڑا فرض رزق حلال کا حاصل کرنا ہے۔

(شعب الایمان بیہقی جلد 6 صفحہ 420 حدیث نمبر 8741)

فرمان خلیفۂ وقت

ایک مسلمان کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کھول کر بیان کر دیا ہے کہ رزّاق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کی طرف توجہ دینا جہاں تمہارے روحانی رزق اور آخرت کے رزق میں اضافے کا باعث بنے گا، وہاں تمہارے اس دنیا کے مادی رزق بھی اس سے مہیا ہوں گے۔ پس مسلمانوں کو تو دوسروں سے بڑھ کر اپنی حالتوں کے جائزے لینے چاہئیں اور غور کرنا چاہئے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے رزاق ہونے کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرماتا ہے کہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ (العنکبوت:61) اور کتنے زمین پر چلنے والے جاندار ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھائے پھرتے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو انہیں رزق عطا کرتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

یہاں پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ نیک اعمال کرنے والوں اور دین پر قائم رہنے والوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بھی حالات ہو جائیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہتے ہوئے اُن احکامات پر عمل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ یہ خوف نہ رکھو کہ اگر ہم نے دنیاداروں کی بات نہ مانی، اگر بڑے لوگوں یا بڑی حکومتوں کی پیروی نہ کی تو ہمارے رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اس لئے مومن کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ خداتعالیٰ کو یاد رکھے۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ کسی بھی موقع پر کمزوری دکھائے۔ اس خوف میں رہے کہ ان لوگوں کی جن سے میرا رزق وابستہ ہے اگر ہاں میں ہاں نہیں ملاؤں گا تو اپنی نوکری سے، اپنے رزق سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا یا قومی سطح پر اگر لیں تو یہ خوف کسی مسلمان حکومت کو دامنگیر نہ ہو کہ ہماری تجارتیں کیونکہ اب فلاں ملک سے وابستہ ہیں یا ہمارے مختلف مفادات فلاں ملک سے وابستہ ہیں، اس لئے مسلمان، مسلمان حکومتوں کو دوسروں کی خاطر دھوکہ دیں جو آج کل ہو رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ 6/ جون 2008ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

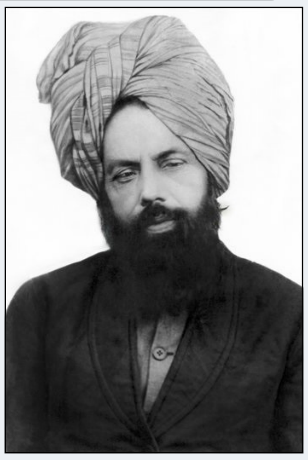

’’جب انسان حد سے تجاوز کرکے اسباب ہی پر بھروسہ کرے اور سارا دارو مدار اسباب پر ہی جا ٹھہرے تو یہ وہ شرک ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور پھینک دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فلاں سبب نہ ہوتا تو میں بھوکا مر جاتا یا اگر یہ جائیداد یا فلاں کام نہ ہوتا تو میرا بُرا حال ہو جاتا۔ فلاں دوست نہ ہوتا تو تکلیف ہوتی۔ یہ امور اس قسم کے ہیں کہ خداتعالیٰ ان کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ جائیداد یا اَور اسباب واحباب پر اس قدر بھروسہ کیا جاوے کہ خداتعالیٰ سے بکلّی دور جا پڑے۔ یہ خطرناک شرک ہے جو قرآن شریف کی تعلیم کے صریح خلاف ہے …

’’قرآن شریف اس قسم کی آیتوں سے بھرا پڑا ہے کہ وہ متقیوں کا متولّی اور متکفّل ہو تا ہے۔ تو پھر جب انسان اسباب پر تکیہ اور توکّل کرتا ہے تو گویا خداتعالیٰ کی ان صفات کا انکار کرتا ہے اور ان اسباب کو ان صفات سے حصہ دیتا ہے اور ایک اَور خدا اپنے لئے ان اسباب کا تجویز کرتا ہے۔ چونکہ وہ ایک پہلو کی طرف جھکتا ہے۔ اس سے شرک کی طرف گویا قدم اٹھاتا ہے۔ جو لوگ حکّام کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور ان سے انعام یا خطاب پاتے ہیں اُن کے دل میں اُن کی عظمت خدا کی سی عظمت داخل ہو جاتی ہے۔ وہ ان کے پرستار ہو جاتے ہیں اور یہی ایک امر ہے جو توحید کا استیصال کرتا ہے اور انسان کو اس کے اصل مرکز سے ہٹا کر دُور پھینک دیتا ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اسباب اور توحید میں تناقض نہ ہونے پاوے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر رہے اور مآل کار توحید پر جا ٹھہرے۔ وہ انسان کو یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ساری عزتیں، سارے آرام اور حاجات براری کا متکفّل خدا ہی ہے۔ پس اگر اس کے مقابل میں کسی اور کو بھی قائم کیا جاوے تو صاف ظاہر ہے کہ دو ضدّوں کے تقابل سے ایک ہلاک ہو جاتی ہے۔ اس لئے مقدم ہے کہ خداتعالیٰ کی توحید ہو۔ رعایت اسباب کی جاوے۔ اسباب کو خدا نہ بنایا جاوے۔ اسی توحید سے ایک محبت خداتعالیٰ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔‘‘ یعنی خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ’’محسن حقیقی وہی ہے۔ ذرّہ ذرّہ اسی سے ہے۔ کوئی دوسرا درمیان نہیں آ تا۔ جب انسان اس پاک حالت کو حاصل کر لے تو وہ مُوحّد کہلاتا ہے۔ غرض ایک حالت توحید کی یہ ہے کہ انسان پتھروں یا انسانوں یا اور کسی چیز کو خدا نہ بنائے بلکہ ان کو خدا بنانے سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے اور دوسری حالت یہ ہے کہ رعایت اسباب سے نہ گزرے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 57-58 ایڈیشن 1984ء)

اس شمارہ میں

- ہجوم مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا طریق (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز
- ناروے میں پہلی مسجد
- سویڈن میں پہلی مسجد، بیت الذکر کی تعمیر
- مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن
- سوئٹزرلینڈ کی پہلی مسجد

دربارِ خلافت

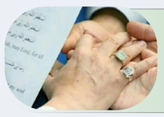

ہر جلسے کے بعد ایک نیا سنگ میل، ایک نئی منزل ہمیں نظر آ رہی ہوتی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننے کی طرف توجہ دلا رہی ہوتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

عموماً جماعت احمدیہ کا جہاں بھی جلسہ سالانہ ہوتا ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی قبولیت کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ کے فضل بارش کی طرح برستے دیکھتے ہیں اور ہر جلسے کے بعد ایک نیا سنگ میل، ایک نئی منزل ہمیں نظر آ رہی ہوتی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننے کی طرف توجہ دلا رہی ہوتی ہے اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بستی میں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا کامیاب جلسہ ہوا، جہاں پہلے جلسے میں صرف 75افراد شامل تھے اور اس بستی کو چند لوگ جانتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی قبولیت کے طفیل آج دیکھیں اس بستی میں جلسے کی حاضری 70ہزار افراد کے قریب تھی اور دنیا کے کونے کونے میں قادیان دارالامان کی آواز پہنچ رہی تھی۔ ہمارے سر اِس انعام پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جانے چاہئیں۔ ہمارے دل شکر کے جذبات سے لبریز ہونے چاہئیں تاکہ اللہ تعالیٰ مزید اپنے فضلوں کی بارش برسائے اور اپنے مزید انعامات سے ہمیں بہرہ ور فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں شکر گزاری کے کیا طریق بتائے ہیں۔ یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔ یعنی شکرگزاری تبھی ہو گی جب تم اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے اور اس کی مکمل بندگی اختیار کرنے والے ہو گے اور یہی ایک مومن کی شان ہے اور اس سے ایک مومن مزید انعامات کا وارث بنتاہے۔

پس ہر احمدی کو چاہئے کہ اس نکتے کو سمجھے اور صرف یہ نہ ہو کہ نعرے لگا کر ہی ہماری شکر گزاری کا اظہار ہو رہا ہو، جو ہم نے جلسے میں لگائے اور اس کے بعد ختم ہو گیا۔ بلکہ حقیقی اظہار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں، نیک اعمال بجالا کر اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کریں، لوگوں کے حقوق ادا کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ حضرت سلیمانؑ کی ایک دعا کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرماتے ہوئے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور یہ دعا ہر احمدی کو بھی ہر وقت یاد رکھنی چاہئے کیونکہ آج احمدی ہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کی موسلا دھاربارش ہو رہی ہے اور جتنا ہم اس طرح شکر گزاری کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا فیض پانے والے ہوں گے اور وہ دعا یوں سکھائی گئی کہ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾ (النّمل:20) کہ اے میرے رب مجھے توفیق بخش کہ مَیں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر۔ پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر تب ادا ہو گا، جب عبادت کے معیار قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے نیک اعمال بجا لانے کی طرف بھی ہر وقت توجہ رہے گی، اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ رہے گی اور تبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے والے ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک اعمال، عبادات کے اعلیٰ ترین معیار اور اسوہ حسنہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ آپ کی عبادتوں کے معیار دیکھیں کبھی آپؐ گھر سے باہر نکل کر ویران جگہ پہ جا کے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتے ہیں تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ اللہ تعالیٰ سے کیاراز و نیاز ہو رہے ہیں۔ کبھی اپنے گھر میں بیوی سے اجازت لیتے ہیں کہ مجھے اجازت دو کہ آج رات اپنے ربّ کی عبادت میں گزار دوں۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ آپؐ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہوا ہے، تمام انعامات سے نواز دیا ہوا ہے پھر کیوں اپنی جان ہلکان کرتے ہیں ؟ تو کیا خوبصورت جواب عطا فرماتے ہیں کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

(خطبہ جمعہ 30/ دسمبر 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ہجومِ مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا طریق

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

اِک نہ اِک دن پیش ہو گا تُو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر! تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و اَلَم فکر و بلا کے سامنے

بارگاہِ ایزدی سے تُو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکِل کشا کے سامنے

حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجَت روا کے سامنے

چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دُوئی
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

(اخبار الفضل 13/ جنوری 1928ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 23/ دسمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

خلاصہ خطبہ جمعۃ المبارک امیر المؤمنین سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرمودہ مؤرخہ 23/دسمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اِس کی تائید میں صدہا نشان اُس نے ظاہر کئے ہیں اِس سے اُس کی غرض یہ ہے یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آ جاوے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃالفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! آج سے قادیان کا جلسہ شروع ہے اور اِسی طرح بعض افریقن ممالک میں بھی جلسہ سالانہ ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر ملک کے جلسہ کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔اِنْ شَآءَاللّٰہُ تَعَالیٰ اتوار کو جلسہ کے آخری دن جو قادیان کے جلسہ سے خطاب ہو گا اُس میں باقی افریقن ممالک بھی شامل ہوں گے۔

لوگ اِن ممالک میں جمع ہو کر خطبہ بھی سن رہے ہوں گے

توجہ سے سننے کا ایک خاص ماحول بھی بنا ہوا ہے تو اِس لحاظ سے مَیں نے مناسب سمجھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں وہ باتیں پیش کروں جن میں آپؑ کا اپنی بعثت اور جماعت کے مقصد کے بارہ میں بیان ہے اور آپؑ نے مختلف نصائح بیان فرمائی ہیں ۔ بہت سے نو مبائع اور نئی نسل کے احمدی بھی اِن جلسوں میں شامل ہوں گے، جن تک آپؑ کے الفاظ میں یہ باتیں نہیں پہنچی ہوں گی، تو اِن کو بھی یہ جاننا ضروری ہے تاکہ اپنے ایمان ویقین اور اخلاص و وفا میں اِن دنوں میں خاص طور پر کوشش کرتے ہوئے ترقی کریں اور اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے آپؑ کی بعثت کے مقصد اور اپنی ذمہ داریوں کا ادراک حاصل کریں۔

غرض قیامِ سلسلۂ احمدیہ اور ضرورت زمانہ

آپؑ فرماتے ہیں: یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِن پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ مَیں اِن لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اِس کی عزت اور وُقعت اُن کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اِس زمانہ سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اِس قدر سبّ و شتم اور توہین آنحضرتؐ کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوتی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اِس درد سے بے قرار ہو جاتا ہوں کہ اِن میں اتنی حِس بھی باقی نہ رہی کہ اِس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔کیا آنحضرتؐ کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اِس قدر سبّ وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا اور اِن مخالفین اسلام کے منہ بند کرکے آپؐ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرتؐ پر دُرود بھیجتے ہیں تو اِس توہین کے وقت اِس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اِس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اِس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے۔

اِن دنوں میں خاص طور پر دُرود کی طرف توجہ ہونی چاہیے

حضور انور ایدہ اللہ نے تلقین فرمائی! پس یہ ہماری ذمہ داری ہے جنہوں نے آپؑ کو مانا، اِس سلسلہ میں شامل ہوئے کہ جہاں اپنی حالتوں کو درست کریں وہاں آنحضرتؐ پر دُرود بھی بھیجیں اور اِن دنوں میں خاص طور پر دُرود کی طرف توجہ ہونی چاہئے، جب ہم زیادہ سے زیادہ دُرود آپؐ پر بھیجیں گے تو اُس مقصد کو پورا کرنے والے ہوں گے جو آپؐ کی عزت و عظمت کو قائم کرنے کا آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔

غرض بعثت مسیح موعودؑ

فرمایا! مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرتؐ کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اِس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اِس کی آیات و نشانات کے اِس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر اُن کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اُن کی تعداد اِس قدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اِتنی فوج نہیں ہے(حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا! دنیا کے مختلف ممالک میں آج جلسوں کا انعقاد اور ہزاروں احمدیوں کی شمولیت بھی انہی نشانوں میں سے ایک نشان ہے)۔ اِس قدر صورتیں اِس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ اِن سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں، چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اِسی توہین کے لحاظ سے اِس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا۔۔۔۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آج مسیح موعودؑ کو قبول کر رہے ہیں اور مخالفتوں کا سامنا کر کے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے بن رہے ہیں۔

جماعت کو قائم کرنے کا مقصد

بعد ازاں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباسات کی روشنی میں حضور انور ایدہ اللہ نے وضاحت فرمائی کہ صرف مان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ پاک تبدیلی پیدا ہو، توحید خالص پر قدم مارنے والا انسان بنے، تب پھر اللہ تعالیٰ کے فضل بڑھتے چلے جاتے ہیں نیز جماعت کو قائم کرنے کا مقصد اصل توحید کو قائم کرنا اور محبّت الٰہی پیدا کرنا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبّت سے پورا حصہ لو اور یہ محبّت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو، نِری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔ اِس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔

آنحضرتؐ کی نبوت اور عزت کا دوبارہ قیام

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! پھر توحید کے قیام اور اللہ تعالیٰ سے محبّت کے ساتھ اُس کے حبیبؐ کے ساتھ عشق کا تعلق بھی ضروری ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی توحید کے راستے دکھائے۔اِس تناظر میں آنحضرتؐ سے تعلق اور آپؐ کی عزت و عظمت قائم کرنے کی طرف حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جانب سے دلوائی گئی توجہ کا بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کو اِسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرتؐ کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اِس بارہ میں تلقین فرمائی! پس ہمارا فرض ہے اور تبھی ہم حق بیعت اداء کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اور غیر میں ایک واضح فرق پیدا کر کے دکھائیں اور محبّت الٰہی اور عشق رسولؐ کی غیر معمولی مثالیں قائم کریں، اپنی زبانوں کو تسبیح، تحمید اور دُرود سے تر رکھنے کی کوشش کریں۔

تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو!

مزید برآں ارشادات حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی روشنی میں حضور انور ایدہ اللہ نے قرآن کریم کے مطالب، معانی اور تفسیر کی طرف ہر احمدی کو توجہ دینے نیز آپؑ کی فرمودہ نصائح بابت اختیار تقویٰ تلقین کی کہ آپؑ فرماتے ہیں: ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اِس امر کو مدنظر رکھیں جو مَیں بیان کرتا ہوں۔ مجھے ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ دنیا میں تو رشتے ناطے ہوتے ہیں، بعض اِن میں سے خوبصورتی، بعض خاندان یا دولت اور بعض طاقت کے لحاظ سے لیکن جناب الٰہی کو اِن امور کی پرواہ نہیں۔ اُس نے تو صاف طور پر فرما دیا کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات: 14) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و مکرم ہے جو متّقی ہے، اب جو جماعت اتقیاء ہے خدا اُس کو ہی رکھے گا اور دوسری کو ہلاک کرے گا۔۔۔ پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے، خوش قسمت ہے وہ انسان جو متّقی ہے اور بدبخت ہے وہ جو لعنت کے نیچے آیا۔خطبہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح اور خواہشات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حقیقت میں ہم اپنی زندگیوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے والے بن جائیں۔

تین مرحومین کا تذکرۂ خیر

خطبۂ ثانیہ سے قبل حضورانور ایدہ اللہ نے درج ذیل تین مرحومین کا تفصیلی تذکرۂ خیر کیا نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک اوّل الذکر مرحوم کی نماز جنازہ حاضر اور مؤخر الذکر مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

فضل احمد ڈوگر صاحب/کارکن جامعۃ الاحمدیہ یوکے

مؤرخہ 21دسمبر2022ء کوبعمر75 سال وفات پانے والے چوہدری اللہ دتہ ڈوگر صاحب کے بیٹے موصی تھے۔1999ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اِن کا وقف قبول فرما لیا اور اِنہیں کافی لمبا عرصہ آپؒ کی ذاتی خدمت کی توفیق ملی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اِن کا جامعہ یوکے میں تقرر کیا، مختلف ڈیوٹیاں دیتے رہے پھر اِن کو لائبریری کا انچارج بنا دیا گیا اور اِس حیثیت سے یہ وفات تک خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ حضورانور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! جلسہ کی ڈیوٹیاں بھی دیتے رہے ہمیشہ، میرے ساتھ بھی دیتے رہے ربوہ میں اور ہمیشہ مَیں نے اِن کو بڑی محنت اور رات، دن ایک کر کے کام کرتے دیکھا ہے، کوئی فکر نہیں ہوتی تھی۔

ملک منصور احمد عمر صاحب/مربیٔ سلسلہ ربوہ

تقریباً 46 سال تک بطور وقف زندگی خدمت کی توفیق پانے والے موصی گزشتہ دنوں بعمر 80 سال وفات پاگئے، 1970ء میں جامعہ پاس کرنے کے بعد پہلے پاکستان میں مختلف جگہوں پر تقرری ہوئی۔ پھر جنوری/1974ء میں بطور مبلّغ جرمنی بھجوایا گیا وہاں تقریباً ڈیڑھ سال رہے ۔ اکتوبر 1983ء میں دوبارہ جرمنی بھجوایا گیا جہاں 1986ء تک بطور امیر ومشنری انچارج خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

مکرم عیسیٰ جوزف صاحب/معلّم سلسلہ گیمبیا

گزشتہ دنوں بعمر61 سال اِن کی وفات ہوئی۔ وہاں کے نائب امیر و مبلّغ انچارج لکھتے ہیں کہ بہت ہی کامیاب مبلّغ تھے، جامعہ سے فارغ التحصیل بھی نہیں تھے لیکن جماعت کے شیدائی، ایک سپاہی کی طرح ہمیشہ کام کرنے کے لئے تیار رہتے تھے، کہا کرتے تھے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی فوج کے ادنیٰ سپاہی ہیں۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزفرمودہ 2/ دسمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

”…اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے۔ وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے“

”پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی ہے جو کامل وفا دار، لطف و کرم کا پیکر تھا اور کوئی سخت سے سخت طوفان بھی ان کی مستقل تحمّل مزاجی کو ہلا نہ سکا“(جے جے سانڈرز)

”جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابو بکر آپؐ کے خلیفہ اور جانشین بنے اور پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے بڑی سادگی اور سمجھداری سے تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی سی فوج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا کام شروع کیا“ (ایچ جی ویلز)

حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت ابو بکرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور کامل متبع اور عاشق تھے

حضرت ابو بکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اس کا احسان ہے

آنحضرت صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقبِ عالیہ کا ایمان افروز بیان

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن اور مناقب

بیان ہو رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا لوگوں میں سب سے بہتر اور محبوب ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں میں سے ایک کو دوسرے سے بہتر قرار دیا کرتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تھا کہ کون بہتر ہے دوسرے سے اور اس وقت سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے بہتر ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ باب فضل ابی بکر بعد النبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ حدیث نمبر ۳۶۵۵)

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا: حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اے لوگو! میں سب سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کی تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر تم ایسا کہتے ہو تو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی آدمی پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ فی مَنَاقِبِ عمر بن الخطابؓ حدیث ۳۶۸۴)یعنی آپؓ نے فوراً اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا کہ مجھے کہتے ہو تم بہتر ہو حالانکہ میں نے تو تمہارے بارے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے کہ تم بہتر ہو۔

عبداللہ بن شقیق نے بیان کیا کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا تو انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا حضرت عمرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کون؟ پھر آپؓ خاموش رہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مناقب ابی بکر الصدیق حدیث نمبر ۳۶۵۷)

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ مَیں اس شخص کے بارے میں گمان نہیں کرتا جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تنقیص بیان کرتا یعنی ان میں نقص نکالتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو۔(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ فی مَنَاقِبِ عمر بن الخطابؓ حدیث نمبر ۳۶۸۵)اور پھر یہ بھی ساتھ دعویٰ ہو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں نقص نکالنے کے بعد یہ دعویٰ غلط ہے کہ پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے پیارے تھے۔

حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ چند لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوسفیان آئے۔ اس پر اُن لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن کے ساتھ ابھی تک اپنا حساب چُکتا نہیں کیا۔ یعنی صحیح طرح جو بدلہ لینا چاہیے تھا وہ نہیں لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم قریش کے بڑے سرداروں کے بارے میں اس طرح کہہ رہے ہو؟ ابوسفیان بھی قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔ تم کہہ رہے ہو کہ ان سے ہم نے بدلہ نہیں لیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! شاید تم نے ان لوگوں یعنی سلمان، صہیب اور بلال کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ ان تینوں حضرات کے پاس آئے اور کہا: پیارے بھائیو! کیا میں نے آپ کو ناراض کر دیا؟ بڑے معذرت خواہانہ انداز میں یہ کہا۔ تو انہوں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کو معاف کرے۔(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سلمان وبلال وصھیب رضی اللہ عنھم حدیث نمبر ۶۴۱۲) بہرحال یہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ کی عاجزی

کس قدر تھی۔ ایسے لوگ جن کو آپؓ نے غلامی سے آزاد بھی کروایا ہوا ہے اس کے باوجود ان کے پاس آتے ہیں اور ان سے معافی مانگتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا

کیا معیار تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی کہ تم نے ناراض کر دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ جا کے معافی مانگو لیکن آپؓ فوراً خود گئے اور اُن سے معافی مانگی۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرح میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی جنگ بندی کے معاہدہ کے بعد کا ہے جب ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کا خیال تھا کہ کیوں نہ ہم نے ان کو پہلے ہی مار دیا ہوتا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی جزء۱۶ صفحہ۹۶ مؤسسۃ قرطبۃ ۱۹۹۱ء)

حفظِ قرآن کے بارے میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تاریخ کے حوالے سے باتیں فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ’’ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کا حفظ ثابت ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، سعدؓ، ابنِ مسعودؓ، حذیفہؓ، سالمؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن سائبؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، اور عورتوں میں سے عائشہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ۔ ان میں سے اکثر نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآنِ شریف حفظ کر لیا تھا اور بعض نے آپؐ کی وفات کے بعد حفظ کیا۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 429-430)

ثانی اثنین کے بارے میں

حضرت ابوبکرؓ کی اپنی روایت یوں ہے۔ حضرت انسؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور میں اس وقت غار میں تھا (یعنی حضرت ابوبکرؓ نے کہا جبکہ وہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے) کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے نگاہ ڈالے (یعنی کافر جو باہر کھڑے تھے اگر نیچے دیکھے) تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر آپ کا کیا خیال ہے ان دو شخصوں کی نسبت جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب المهاجرین وفضلهم حدیث نمبر ۳۶۵۳) بخاری کی روایت ہے یہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’(حضرت) ابوبکر صدیقؓ کے محاسن اور خصوصی فضائل میں سے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ سفر ہجرت میں آپ کو رفاقت کے لئے خاص کیا گیا اور مخلوق میں سے سب سے بہترین شخص‘‘ یعنی آنحضرت ’’(صلی اللہ علیہ وسلم) کی مشکلات میں آپ ان کے شریک تھے اور آپ مصائب کے آغاز سے ہی حضورؐ کے خاص انیس بنائے گئے تھے‘‘ یعنی خاص دوست بنائے گئے تھے ’’تاکہ محبوب خداؐ کے ساتھ آپؓ کا خاص تعلق ثابت ہو اور اس میں بھید یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خوب معلوم تھا کہ صدیق اکبرؓ صحابہؓ میں سے زیادہ شجاع، متقی اور ان سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور مردِ میدان تھے اور یہ کہ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھے۔ آپؓ‘‘ یعنی حضرت ابوبکرؓ ’’ابتدا سے ہی حضورؐ کی مالی مدد کرتے اور آپؐ کے اہم امور کا خیال فرماتے تھے۔ سو اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصّدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ کی خلعتِ فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا۔‘‘

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 59-60، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 338-339)

غیر مسلم مصنفین نے بھی حضرت ابوبکرؓ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

الجیریا کا بیسویں صدی کا ایک مؤرخ ہے آندرے سرویئر (André Servier) وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ابوبکر کا مزاج سادہ تھا۔ غیر متوقع عروج کے باوجود انہوں نے غربت والی زندگی بسر کی۔ جب انہوں نے وفات پائی تو انہوں نے اپنے پیچھے ایک بوسیدہ لباس، ایک غلام اور ایک اونٹ ترکہ میں چھوڑا۔ وہ اہل مدینہ کے دلوں پر سچی حکومت کرنے والے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی خوبی تھی اور وہ تھی قوت و توانائی۔ لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوبی کے ذریعہ غلبہ حاصل کیا تھا اور جو آپ کے دشمنوں میں کمیاب تھی وہ خوبی حضرت ابوبکرؓ میں پائی جاتی تھی اور وہ کیا خوبی تھی،

غیر متزلزل ایمان اور مضبوط یقین

اور ابوبکر صحیح جگہ پر صحیح آدمی تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ اس معمر اور نیک سیرت انسان نے اپنے موقف کو اختیار کیا جبکہ ہر طرف بغاوت برپا تھی۔ آپ نے اپنے مومنانہ اور غیر متزلزل عزم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو از سرِ نو شروع کیا۔

(Islam and the Psychology of the Muslim by André Servier page:51)

پھر ایک برطانوی مؤرخ ہے جے جے سانڈرز (J.J. Saunders)۔ وہ لکھتا ہے کہ

پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی ہے جو کامل وفا دار، لطف و کرم کا پیکر تھا اور کوئی سخت سے سخت طوفان بھی ان کی مستقل تحمل مزاجی کو ہلا نہ سکا۔

ان کا عہد حکومت اگرچہ مختصر تھا لیکن اس میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ بہت عظیم تھیں۔ ان کی طبیعت کے ٹھہراؤ اور ثبات و استقلال نے ارتداد پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے تسخیر شام کے مصمم ارادے نے عرب دنیا کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔

(London 2002 45-A History of Medieval Islam by J.J. Saunders page 44)

پھر ایک اور انگریز مصنف ہے ایچ جی ویلز (H.G. Wells)۔ یہ کہتا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی سلطنت کی اصل بنیاد رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ابوبکر تھے جو آپؐ کے دوست اور مددگار تھے۔ خیر یہ تو مبالغہ کر رہا ہے یہاں۔ بہرحال یہ لکھ رہا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متزلزل کردار کے باوجود ابتدائی اسلام کا دماغ اور تصور تھے۔ (العیاذ باللہ، نعوذ باللہ) تو ابوبکر اس کا شعور اور عزم تھے۔ جب کبھی محمد متزلزل ہوتے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ابوبکر ان کی ڈھارس بندھاتے تھے۔ بہرحال یہ باتیں تو اس کی فضول گوئی اور لغو باتیں ہیں جس میں کوئی سچائی نہیں ہے لیکن یہ آگے جو صحیح بات لکھ رہا ہے وہ یہ لکھ رہا ہے کہ

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر آپ کے خلیفہ اور جانشین بنے اور پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے بڑی سادگی اور سمجھداری سے تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی سی فوج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا کام شروع کیا۔

(A Short History Of the World by H.G. Wells page 76)

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ مصنف نے حضرت ابوبکرؓ کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا ہے جو بلاشبہ اُن میں موجود تھیں لیکن چونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ و ارفع مقام نبوت کی حقیقت کا ادراک اور شعور نہیں رکھتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی تعریف میں اس حد تک مبالغہ آمیزی سے کام لے جاتے ہیں کہ جو کسی بھی طور پر درست نہیں ہو سکتا حالانکہ

حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت ابوبکرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور کامل متبع اور عاشق تھے۔

یہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شعور نہ تھے بلکہ خادمانہ رنگ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہاتھ اور پاؤں تھے۔ ایسا ہی دینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ کا نام یا کام نہ تھا جس طرح اس نے یہ لکھا ہے کہ اسلام جو تھا اس کا دماغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ سراسر خدائی راہنمائی اور وحیٔ الٰہی کے نتیجہ میں ایک کامل اور مکمل شریعت اور دین کا نام اسلام ہے اور نہ ہی کسی بھی گھبراہٹ یا تزلزل کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھارس بنے بلکہ اوّل تو اس اَشجع النّاس، جری اور بہادر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ہم کبھی کسی گھبراہٹ یا تزلزل کو دیکھ نہیں سکتے اور اگر کوئی پریشانی کا موقع آیا بھی ہو تو خدائے قادر و توانا ان کے لیے ڈھارس بنتا رہا۔ مصنف نے تو لکھا ہے کہ ابوبکر آپؐ کی ڈھارس بندھاتے تھے جبکہ اس کے بالکل الٹ ہم نے دیکھا ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں کسی پریشانی یا گھبراہٹ کا وقت آیا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے ڈھارس بنا کرتے تھے جیساکہ ہجرت کے موقع پر جب حضرت ابوبکرؓ سخت پریشان ہوئے اور گھبرائے۔ بے شک یہ گھبراہٹ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ کی اس گھبراہٹ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ڈھارس بنے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ کہا کہ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا(التوبۃ:40) کہ اے ابوبکر! تم گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور جیساکہ ابھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود بیان فرمایا جب یہ گھبراہٹ تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی۔ پس

یہ ایک واقعہ ہی آپؐ کے عزم، توکل اور اللہ تعالیٰ کے خاص نبی ہونے کی واضح دلیل ہے لیکن بہرحال یہ عقل کے اندھے اگر ایک بات سچ کہنے میں مجبور ہوتے ہیں تو کچھ نہ کچھ بیچ میں گند ملانے کی ضرور کوشش کرتے ہیں۔

پھر ایک اَور برطانوی مستشرق ہے ٹی ڈبلیو آرنلڈ(T.W. Arnold) ۔ کہتا ہے کہ وہ (ابوبکرؓ) ایک دولت مند تاجر تھے۔ اعلیٰ کردار اور اپنی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر ان کے ہم وطن ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ اُن مسلمان غلاموں کو خریدنے پر صرف کر دیا جنہیں کفار ان کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لانے کے سبب اذیتیں دیتے تھے۔

(The Preaching of Islam by T.W. Arnold page 10 Archibald constable & co 1896)

پھر سکاٹ لینڈ کا ایک مستشرق اور برطانوی ہندوستان میں شمال مغربی صوبوں کا لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور (Sir William Muir)ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ کا عہدِ حکومت مختصر تھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام ابوبکر سے زیادہ کسی اَور کا ممنون نہیں۔

یعنی محمدؐ کے بعد ابوبکرؓ سے زیادہ اسلام کی خدمت کسی اَور نے نہیں کی۔

(The Caliphate its rise, decline and fall by Sir William Muir. P. 86 The religious tract society 1892)

حضرت ابوبکرؓ کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ ابوبکرؓ اور عمرؓ بلکہ ابوہریرہؓ کا نام لے کر بھی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھتے رہے ہیں اور چاہتے رہے ہیں کہ کاش ان کی خدمت کا ہی ہمیں موقع ملتا۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ ابوبکر اور عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے غربت کی زندگی بسر کر کے کچھ نقصان اٹھایا۔ بے شک انہوں نے دنیاوی لحاظ سے اپنے اوپر ایک موت قبول کر لی۔ لیکن وہ موت ان کی حیات ثابت ہوئی اور اب کوئی طاقت ان کو مار نہیں سکتی۔ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔"

(شکریہ اور اعلان ضروری، انوارالعلوم جلد2صفحہ 74)

پھر فرماتے ہیں کہ "ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے محض اِس لئے ابوبکرؓ نہیں بنایا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے عمرؓ کا درجہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عثمانؓ اور علیؓ کو محض اس لئے خدا تعالیٰ نے عثمانؓ اور علیؓ کا جو مرتبہ ہے وہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دامادی کے مقام پر پہنچ گئے تھے یا طلحہؓ اور زبیرؓ کو محض اس لئے کہ وہ آپؐ کے خاندان یا آپؐ کی قوم میں سے تھے اور آپؐ کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے عزتیں اور رتبے عطا نہیں کئے۔ بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔"

(خطبات محمود جلد26صفحہ384-385)

پس یہ قربانیاں ہیں جو انسان کو مقام دلاتی ہیں۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کتنی عزت ہمارے دلوں میں ہے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عزت اُن کی اولاد کی وجہ سے ہے؟ ہم میں سے تو اکثر ایسے ہیں جو جانتے تک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی نسل کہاں تک چلی اور ان کی نسل کے حالات ہی محفوظ نہیں ہیں۔ آج بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو حضرت ابوبکرؓ کی اولاد ظاہر کر کے اپنے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کوئی کہے کہ تم قسم کھاؤ کہ واقعی تم صدیقی ہو اور تمہارا سلسلہ نسب حضرت ابوبکرؓ تک پہنچتا ہے؟ تو وہ ہرگز قسم نہیں کھا سکیں گے اور اگر وہ قسم کھا بھی جائیں تو ہم کہیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور بے ایمان ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی نسل کے حالات اتنے محفوظ ہی نہیں ہیں کہ آج کوئی اپنے آپ کو صحیح طور پر ان کی طرف منسوب کر سکے۔ پس ہم حضرت ابوبکرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام عالی شان ہے، ہم حضرت عمرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے، ہم حضرت عثمانؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ اُن کی نسل کارہائے نمایاں کر رہی ہے اور ہم حضرت علیؓ کو اس لئے نہیں یاد کرتے کہ ان کی نسل میں خاص خوبیاں ہیں۔ (حضرت علیؓ کا تو سلسلہ نسب بھی اب تک چل رہا ہے مگر ان کی عزت اس لئے نہیں کی جاتی کہ ان کی نسل اب تک قائم ہے۔) باقی بھی جتنے صحابہؓ تھے اُن میں سے کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں جسے اُس کی نسل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن کو اُن کی ذاتی قربانیوں کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔"

(خطبات محمود جلد27صفحہ 657)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لو۔ آپؓ مکہ کے ایک معمولی تاجر تھے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے اور مکہ کی تاریخ لکھی جاتی تو مؤرخ صرف اتنا ذکر کرتا کہ ابوبکرؓ عرب کا ایک شریف اور دیانت دار تاجر تھا۔ مگر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ابوبکرؓ کو وہ مقام ملا تو آج ساری دنیا اُن کا ادب اور احترام کے ساتھ نام لیتی ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں نے اپنا خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا تو مکہ میں بھی یہ خبر جا پہنچی۔ ایک مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی موجود تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ ابوبکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو اُن کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا ناممکن ہو گیا اور انہوں نے خبر دینے والے سے پوچھا کہ تم کس ابوبکرؓ کا ذکر کر رہے ہو؟ اس نے کہا۔ وہی ابوبکرؓ جو تمہارا بیٹا ہے۔ انہوں نے"، ان کے والد نے، حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ نے "عرب کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بھی ابوبکرؓ کی بیعت کر لی ہے؟" پھر پوچھنا شروع کیا کہ یہ جو بڑے بڑے قبائل ہیں کیا انہوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی ہے؟ ہر ایک کا نام لے لے کر پوچھا۔ "اور جب اس نے کہا کہ سب نے متفقہ طور پر ابوبکرؓ کو خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا ہے تو ابوقحافہ بے اختیار کہنے لگے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خداتعالیٰ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ اس کے سچے رسول ہیں۔" فرماتے ہیں کہ "حالانکہ وہ دیر سے مسلمان تھے۔" "ابوقحافہ فتح مکہ کے بعد یا شاید اس سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔" "انہوں نے جو یہ کلمہ پڑھا۔ اور دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا تو اسی لئے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے ورنہ میرے بیٹے کی کیا حیثیت تھی کہ اس کے ہاتھ پر سارا عرب متحد ہو جاتا۔"

(تفسیر کبیر جلد6 صفحہ 205-206)

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مکہ کا ایک لیڈر تھا اب ذلیل ہو گیا مگر اسلام سے پہلے اُنکی اِس سے زیادہ کیا عزت ہو سکتی تھی کہ دو سو یا تین سو آدمی ان کا نام عزت سے لیتے ہوں گے۔ لیکن اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت اور بادشاہت کی برکت سے نوازا۔ اور انہیں دنیا بھر میں دائمی عزت اور ایک لازوال شہرت کا مالک بنا دیا...کہاں ایک قبیلہ کی لیڈری اور کہاں یہ کہ تمام مسلمانوں کا خلیفہ اور مملکتِ عرب کا بادشاہ ہونا جس نے ایران اور روم سے ٹکر لی اور انہیں نیچا دکھایا۔"

(تفسیر کبیر جلد2 صفحہ 87)

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ "دیکھو بادشاہت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہی نہیں آپؐ کے خادموں کے قدموں پر بھی آ گری لیکن آپؐ نے نہ اُس وقت خواہش کی جب آپؐ

کو ابھی بادشاہت نہیں ملی تھی اور نہ اس وقت" بادشاہت کی" خواہش کی جب آپؐ کو بادشاہت مل گئی۔ نہ حضرت ابوبکرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عمرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عثمانؓ نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ حضرت علیؓ نے بادشاہت کی خواہش کی بلکہ ان میں بادشاہت کے آثار پائے ہی نہیں جاتے تھے حالانکہ وہ دنیا کے اتنے زبردست بادشاہ تھے جن کی تاریخ میں مثال ہی نہیں ملتی۔ ان کی طبائع اتنی سادہ تھیں، ان کی ملاقاتیں اِتنی سادہ تھیں، ان میں تواضع اِس قدر پایا جاتا تھا کہ ظاہری طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری حکومت ہے، مَیں بادشاہ ہوں۔ ان میں سے کوئی شخص بھی کبھی اِس بات پر آمادہ نہیں ہوا کہ وہ اپنی بادشاہت کا اظہار کرے اور نہ ہی وہ اِس بات کی کبھی خواہش کرتے تھے۔ درحقیقت جو خداتعالیٰ کے ہو جاتے ہیں دنیا خود ان کے قدموں پر آ گرتی ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہتوں سے انہیں مدد ملے گی لیکن

جو خداتعالیٰ کے ہو جاتے ہیں بادشاہتیں سمجھتی ہیں کہ انہیں ان کی غلامی سے عزت ملے گی۔"

(اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق قائم کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے، انوارالعلوم جلد21 صفحہ 99)

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں: "دیکھو! ابوبکر بادشاہ بن گئے۔ لیکن ان کا باپ یہ سمجھتا تھا کہ ان کا بادشاہ ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ انہیں بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔ اس کے مقابلہ میں تیمور بھی ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی دنیوی تدابیر کی وجہ سے بادشاہ ہوا تھا۔ نپولین بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی محنت اور دنیوی تدابیر سے بادشاہ بن گیا تھا۔ نادر شاہ بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن اسے بھی بادشاہت اپنی ذاتی محنت اور کوشش اور دنیوی تدابیر سے ملی تھی۔ پس بادشاہت سب کو ملی۔ لیکن ہم کہیں گے تیمور کو بادشاہت آدمیوں کے ذریعہ ملی۔ لیکن

ابوبکرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔

ہم کہیں گے نپولین کو بادشاہت دنیوی تدابیر سے ملی تھی لیکن حضرت عمرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے چنگیز خان کو بادشاہت دنیوی ذرائع سے ملی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔ ہم کہیں گے نادرشاہ دنیوی تدابیر سے بادشاہ بنا تھا لیکن حضرت علیؓ کو بادشاہت خداتعالیٰ نے دی۔

پس بادشاہت سب کو ملی، دنیوی بادشاہوں کا بھی دبدبہ تھا، رُعب تھا۔ اُن کا بھی قانون چلتا تھا اور خلفاء کا بھی۔ بلکہ ان کا قانون ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے زیادہ چلتا تھا۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے تھے" یعنی یہ چاروں "اور وہ آدمیوں کے ذریعہ بادشاہ ہوئے تھے۔" جو دنیادار بادشاہ تھے۔ "پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھتا" بِسۡمِ اللّٰہ کی برکات کا آپ یہاں ذکر فرمارہے ہیں "اسے برکت نہیں مل سکتی۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے وہ مقصد خداتعالیٰ سے نہیں مل سکتا۔ جو بادشاہت خدا تعالیٰ کے ذریعہ ملنے والی تھی وہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو ملی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو نہیں ملی۔ دوسروں کو جو بادشاہت ملی وہ شیطان سے ملی یا انسانوں سے ملی۔ ورنہ لینن، سٹالن اور مالنکوف نے بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ روزویلٹ، ٹرومین اور آئزن ہاور نے بھی بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ وہ بِسۡمِ اللّٰہ کو جانتے بھی نہیں اور نہ بِسۡمِ اللّٰہ کی ان کے دلوں میں کوئی قدر ہے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بِسۡمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر برکت نہیں ملتی تو اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہیں ملتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف اسی کو ملتا ہے جو ہر اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہے۔ اب ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے یا بندوں سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے۔ انسانی تدابیر سے حاصل کی ہوئی بادشاہت بند بھی ہو سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت بند نہیں ہو سکتی۔"

کاش کہ یہ نکتہ مسلمانوں کو بھی آج سمجھ آ جائے۔ گو بِسۡمِ اللّٰہ پڑھتے بھی ہیں لیکن وہ بھی لگتا ہے صرف ظاہری منہ سے ادائیگی ہو رہی ہے اور دل سے نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ "یزید بھی ایک بادشاہ تھا اُسے کتنا غرور تھا۔ اُسے طاقت کا کتنا دعویٰ تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو تباہ کیا۔" بظاہر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا تھا۔ "اس نے آپؐ کی اولاد کو قتل کیا اور اس کی گردن نیچے نہیں ہوتی تھی۔" بڑا اکڑ کے رہتا تھا "وہ سمجھتا تھا کہ میرے سامنے کوئی نہیں بول سکتا۔

حضرت ابوبکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا۔ آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اس کا احسان ہے۔

لیکن یزید کہتا تھا کہ مجھے میرے باپ سے بادشاہت ملی ہے۔ میں جس کو چاہوں مار دوں اور جس کو چاہوں زندہ رکھوں۔ بظاہر یزید اپنی بادشاہت میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا میں خاندانی بادشاہ ہوں۔ کس کی طاقت ہے کہ میرے سامنے بولے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ میں اس قابل کہاں تھا کہ بادشاہ بن جاتا۔ مجھے جو کچھ دیا ہے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ میں اپنے زور سے بادشاہ نہیں بن سکتا تھا۔ میں ہر ایک کا خادم ہوں۔ میں غریب کا بھی خادم ہوں اور امیر کا بھی خادم ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو مجھ سے اس کا ابھی بدلہ لے لو۔ قیامت کے دن مجھے خراب نہ کرنا۔" حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں "ایک سننے والا کہتا ہو گا کہ یہ کیا ہے۔ اسے تو ایک نمبردار کی سی حیثیت بھی حاصل نہیں۔ لیکن وہ یزید کی بات سنتا ہو گا تو کہتا ہو گا یہ باتیں ہیں جو قیصر و کسریٰ والی ہیں۔" یہ بادشاہوں والی باتیں ہیں جو یزید کر رہا ہے۔ "لیکن جب حضرت ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو اُن کے بیٹے، اُن کے پوتے اور پڑپوتے پھر پڑپوتوں کے بیٹے اور پھر آگے وہ نسل جس میں پوتا اور پڑپوتا کا سوال ہی باقی نہیں رہتا وہ برابر ابوبکرؓ سے اپنے رشتہ پر فخر کرتے تھے۔ پھر اُن کو بھی جانے دو۔ وہ لوگ جو ابوبکرؓ کی طرف منسوب بھی نہیں، جو آپ کے خاندان کو بھی کبھی نہیں ملے وہ بھی آپ کے واقعات پڑھتے ہیں تو آج تک ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ ان کی محبت جوش میں آجاتی ہے۔ کوئی شخص آپؓ کو برا کہہ دے تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ غرض

اولاد تو الگ رہی غیر بھی اپنی جان ان پر نثار کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر کلمہ گو جب آپ کا نام سنتا ہے تو کہتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ۔

مگر وہ فخر کرنے والا یزید جو اپنے آپ کو بادشاہ ابنِ بادشاہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا تھا جب فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے بیٹے کو اس کی جگہ بادشاہ بنا دیا۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے لوگو! میرا دادا اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق لوگ موجود تھے۔ میرا باپ اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ اب مجھے بادشاہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے زیادہ مستحق لوگ موجود ہیں۔ اے لوگو! مجھ سے یہ بوجھ اٹھایا نہیں جاتا۔ میرے باپ اور میرے دادا نے مستحقین کے حق مارے ہیں لیکن میں اُن کے حق مارنے کو تیار نہیں۔ تمہاری خلافت یہ پڑی ہے جس کو چاہو دے دو۔ میں نہ اِس کا اہل ہوں اور نہ اپنے باپ دادا کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے جابرانہ اور ظالمانہ طور پر حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ میں اب حقداروں کو ان کا حق واپس دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر چلا گیا۔ اس کی ماں نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا۔ کمبخت! تُو نے اپنے باپ دادا کی ناک کاٹ دی۔ اس نے جواب دیا۔ ماں! اگر خدا تعالیٰ نے تجھے عقل دی ہوتی تو تُو سمجھتی کہ میں نے باپ دادا کی ناک نہیں کاٹی۔ میں نے ان کی ناک جوڑ دی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور مرتے دم تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔"

(خطبات محمود جلد 34 صفحہ 86 تا 88)

پس یہ بادشاہت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس کا حق بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ہمارے مسلمان لیڈروں کے لیے، بادشاہوں کے لیے سبق ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ پھر بیان فرماتے ہیں: "اسلام کی خدمت اور دین کے لئے قربانیاں کرنے کی وجہ سے آج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو عظمت حاصل ہے وہ کیا دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل ہے؟ آج دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں جسے اتنی عظمت حاصل ہو جتنی حضرت ابوبکرؓ کو حاصل ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ تو الگ رہے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ

کو بھی اتنی عظمت حاصل نہیں جتنی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ کے نوکروں کو حاصل ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ہمیں حضرت ابو بکرؓ کا کتا بھی بڑی بڑی عزتوں والوں سے اچھا لگتا ہے۔ اس لئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا خادم ہو گیا۔" فرماتے ہیں

"...وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کا غلام ہو گیا تو اس کی ہر چیز ہمیں پیاری لگنے لگ گئی اور اب یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اس عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر سکے۔"

(خطبات محمود جلد19 صفحہ681)

ہمارے پہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں لیکن ہمارے یہ خیالات ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے جو دیر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے مختلف باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ باتوں باتوں میں حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے ابا جان! فلاں جنگ کے موقع پر مَیں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوُا تھا۔ آپ میرے سامنے سے دو دفعہ گزرے۔ میں اگر اُس وقت چاہتا تو آپ کو مار دیتا مگر میں نے اِس خیال سے ہاتھ نہ اٹھایا کہ آپ میرے باپ ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے مَیں نے تجھے اس وقت دیکھا نہیں اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو چونکہ تُو خدا کا دشمن ہو کر میدان میں آیا تھا اِس لئے میں تجھے ضرور مار دیتا۔"

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 621-622)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تھا جس کی فطرت میں سعادت کا تیل اور بتّی پہلے سے موجود تھے۔" یعنی اس میں جلنے کی صلاحیت تھی، روشن ہونے کی صلاحیت تھی۔ "اس لئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے اس کو فی الفور متاثر کر کے روشن کر دیا۔ اس نے آپؐ سے کوئی بحث نہیں کی۔ کوئی نشان اور معجزہ نہ مانگا۔ معاً سن کر صرف اتنا ہی پوچھا کہ کیا آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو بول اٹھے کہ آپؐ گواہ رہیں۔ میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بہت کم ہدایت پاتے ہیں۔ ہاں حسنِ ظن اور صبر سے کام لینے والے ہدایت سے پورے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ اس کا نمونہ ابو بکرؓ اور ابو جہل دونوں موجود ہیں۔ ابو بکرؓ نے جھگڑا نہ کیا اور نشان نہ مانگے۔ مگر اس کو وہ دیا گیا جو نشان مانگنے والوں کو نہ مِلا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے۔ اور خود ایک عظیم الشّان نشان بنا۔ ابو جہل نے حجت کی اور مخالفت اور جہالت سے باز نہ آیا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے مگر دیکھ نہ سکا۔ آخر خود دوسروں کے لئے نشان ہو کر مخالفت ہی میں ہلاک ہوا۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 165 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "مکہ کی مٹی ایک ہی تھی جس سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل پیدا ہوئے۔ مکہ وہی مکہ ہے جہاں اب کروڑوں انسان ہر طبقہ اور ہر درجہ کے دنیا کے ہر حصہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اسی سر زمین سے یہ دونو انسان پیدا ہوئے۔ جن میں سے اوّل الذکر اپنی سعادت اور رشد کی وجہ سے ہدایت پاکر صدیقوں کا کمال پا گیا۔ اور دوسرا شرارت، جہالت، بے جا عداوت اور حق کی مخالفت میں شہرت یافتہ ہے۔

یاد رکھو! کمال دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمانی، دوسرا شیطانی۔ رحمانی کمال کے آدمی آسمان پر ایک شہرت اور عزت پاتے ہیں۔ اسی طرح شیطانی کمال کے آدمی شیاطین کی ذرّیت میں شہرت رکھتے ہیں۔

غرض ایک ہی جگہ دونو تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ فرق نہیں کیا۔ جو کچھ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا وہ سب کا سب یکساں طور پر سب کو پہنچا دیا۔ مگر بد نصیب بدقسمت محروم رہ گئے۔ اور سعید ہدایت پا کر کامل ہو گئے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے بیسیوں نشان دیکھے۔ انوار وبرکاتِ الٰہیہ کو مشاہدہ کیا۔ مگر اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 164 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: "دیکھو! مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ابو جہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابو بکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپؐ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اُس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپؐ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابو جہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔

اِس میں کیا سِر تھا؟" کیا بھید تھا؟ "پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابو الحکم کہلاتا تھا وہ ابو جہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امورِ حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد5 صفحہ 11-12 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکو کار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چُن لیا اور جو خدائے رحمٰن کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔

انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسمِ گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ ربّ العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔ اُن کے اعمال میں خوشبو اور اُن کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 25-26)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "بخدا، اللہ تعالیٰ نے شیخین" یعنی "(ابو بکرؓ و عمرؓ) کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں" یعنی حضرت عثمانؓ "ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیر الانام (محمد رسول اللہؐ) کی فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ پس

جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے کے درپے رہتا اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلبِ ایمان کا ڈر ہے۔

اور جنہوں نے ان کو دکھ دیا، اُن پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمٰن کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور مَیں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بُغض و کینہ رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے

اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وا نہیں کئے جاتے۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 28-29)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "تم ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا" بعض لوگ، فرقے بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو غلط ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ "ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا اور اس نے اللہ سے مدد مانگی تو اللہ نے اس کی مدد کی اور اس کی نُصرت کے لئے نشانات دکھائے اور بداندیشوں کی تدبیروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آپ" یعنی "(ابوبکرؓ) نے اسلام کو شکستہ کر دینے والی آزمائش اور جورو جفا کے سیلاب سے بچایا، اور پھنکارنے والے اژدھا کو ہلاک کیا۔ آپ نے امن و امان قائم کیا اور اللہ ربّ العالمین کے فضل سے ہر دروغ گو کو ناکام و نامراد کیا۔

اور حضرت (ابوبکر) صدیقؓ کی اور بہت سی خوبیاں اور بے حساب و بے شمار برکتیں ہیں اور مسلمانوں کی گردنیں آپؓ کے زیر بار احسان ہیں اور اس بات کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اوّل درجہ کا زیادتی کرنے والا ہو۔

جس طرح اللہ نے آپ کو مومنوں کے لئے موجبِ امن اور مرتدوں اور کافروں کی آگیں بجھانے والا بنایا اسی طرح اس نے آپ کو اول درجہ کا حامیٔ فرقان اور خادمِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین کی اشاعت کرنے والا بنایا۔ پس آپؓ نے قرآن جمع کرنے اور رحمان خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی بیان کردہ ترتیب دریافت کرنے میں پوری کوشش صرف فرما دی۔ اور دین کی غمخواری میں آپؓ کی آنکھیں ایک چشمۂ جاری کے بہنے سے بھی بڑھ کر اشکبار ہوئیں۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 57-58)

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات" بعض لوگ جو شیعہ ہیں "یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ (حضرت) ابوبکر صدیقؓ دشمنوں کی کثرت کے ایام میں ایمان لائے اور آپؓ نے ابتلاء کی سخت گھڑی میں (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکّہ) سے نکلے تو آپؓ بھی کمال صدق و صفا سے حضورؐ کی معیت میں نکل کھڑے ہوئے اور تکالیف برداشت کیں اور وطنِ مالوف اور دوست احباب اور اپنا پورے کا پورا خاندان چھوڑ دیا اور خدائے لطیف کو اختیار فرمایا۔ پھر ہر جنگ میں آپؓ شریک ہوئے۔ کفار سے لڑے اور نبی (احمد) مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ پھر آپؓ اُس وقت خلیفہ بنائے گئے جب منافقوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی اور بہت سے کاذبوں نے دعویٰ نبوت کر دیا جس پر آپؓ ان سے جنگ و جدال کرتے رہے۔یہاں تک کہ ملک میں دوبارہ امن و امان ہو گیا اور فتنہ پردازوں کا گروہ خائب و خاسر ہوا۔ پھر آپؓ فوت ہوئے اور سیدالانبیاء اور معصوموں کے امام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے پہلو میں دفن کئے گئے اور آپؓ خدا کے حبیب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ نہ زندگی میں اور نہ موت کے بعد۔ معدودے چند ایام کی مفارقت کے بعد آپس میں مل گئے اور محبت کا تحفہ پیش کیا۔ انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ بقول ان (شیعہ حضرات) کے" یعنی اعتراض کرنے والوں کے "اللہ نے نبی کے مرقد کی تُربت کو خاتم النبیینؐ اور دو کافروں، غاصبوں اور خائنوں کے درمیان مشترک کر دیا۔ اور اپنے نبی اور حبیبؐ کو ان دونوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) کی ہمسائیگی کی اذیت سے نجات نہ دی۔ بلکہ ان دونوں کو دنیا اور آخرت میں آپ کے اذیت رساں رُفقاء بنا دیا اور (نعوذ باللہ) ان دونوں ناپاکوں سے آپؐ کو دُور نہ رکھا۔ ہمارا ربّ ان کی بیان کردہ باتوں سے پاک ہے۔" جو یہ کہتے ہیں یہ غلط کہتے ہیں۔ یہ ایسا نہیں ہے جیسا بیان کیا جاتا ہے "بلکہ اللہ نے ان دونوں پاکبازوں کو" یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو" ان دونوں پاکبازوں کو پاکبازوں کے امام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دیا۔ یقیناً اس میں اہلِ بصیرت کے لئے نشانات ہیں۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 72-73)

پھر آپؑ متعصّب شیعوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"اگر متعصب شیعوں سے یہ پوچھا جائے کہ مخالف منکروں کی جماعت سے نکل کر بالغ مردوں میں سے اسلام لانے والا پہلا شخص کون تھا؟ تو اُنہیں یہ کہنے کے سوا چارہ نہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔

پھر جب یہ پوچھا جائے کہ وہ کون تھا جس نے سب سے پہلے حضرت خاتم النبیینؐ کے ساتھ ہجرت کی اور تمام تعلقات کو پس پشت ڈالا اور وہاں چلے گئے جہاں حضورؐ گئے تھے تو ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا کہ وہ کہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے! پھر جب یہ پوچھا جائے کہ بفرضِ محال غاصب ہی سہی تاہم خلیفہ بنائے جانے والوں میں سے پہلا کون تھا؟ تو انہیں یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا کہ ابوبکر۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ ملک ملک میں اشاعت کے لئے قرآن کو جمع کرنے والا کون تھا؟ تو لامحالہ کہیں گے کہ وہ (حضرت) ابوبکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ خیر المرسلین اور سید المعصومینؐ کے پہلو میں کون دفن ہوئے تو یہ کہے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہو گا کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ (معاذ اللہ) ہر فضیلت کافروں اور منافقوں کو دے دی گئی اور اسلام کی تمام تر خیر و برکت دشمنوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئی۔

کیا کوئی مومن یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ شخص جو اسلام کے لئے خِشتِ اوّل تھا وہ کافر اور لئیم تھا؟ پھر وہ کہ جس نے فخر المرسلین کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی وہ بے ایمان اور مرتد تھا؟ اس طرح تو ہر فضیلت کافروں کو حاصل ہو گئی۔یہاں تک کہ سید الابرارؐ کی قبر کی ہمسائیگی بھی!"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 75-76)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "سچ تو یہ ہے کہ (ابوبکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنا لیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھا۔ کثرتِ فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا میں نے کسی کو نہ پایا۔ یہ دونوں ہی آفتابِ اُمم و ملل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں ماہتاب سے بھی زیادہ سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا و رغبت گوارا کیا۔ اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور قافلوں سے مڈ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے۔یہاں تک کہ اسلام غالب آ گیا۔ اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملت و مذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور

مقبول دینی خدمات بجا لاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف و احسان سے زیر بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلین کی ہمسائیگی پر منتج ہوا۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"...اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے۔ وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہِ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 77-78،روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 345-346)

ان شاء اللہ کچھ حصہ، حوالے اور ہیں۔ ان شاءاللہ آئندہ پیش ہوں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل 23/ دسمبر 2022ء صفحہ 5تا10)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

(حالیہ دورۂ امریکہ کی ڈائری)

صبر اور حوصلے کی ضرورت

امریکہ کے دورے سے چند روز قبل ایک ملاقات کے دوران میں نے حضور انور سے عرض کی کہ مجھے ایک ایسے رشتے کی تجویز کا پتہ چلا ہے جو میرے جاننے والوں کو بھجوائی گئی ہے۔ لڑکی کی فیملی نے بتایا کہ جب انہوں نے حضور انور سے دعا اور رہنمائی کی درخواست کی تو آپ نے انہیں نصیحت فرمائی تھی کہ بچپن میں بچی کو جو صحت کا مسئلہ تھا اس کے بارے میں بھی لڑکے والوں کو آگاہ کریں۔ میں نے حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ میرے خیال میں ایسے ایسا مسئلہ جو کہ ایک لمبے عرصے پہلے ختم ہو چکا ہے اس کا اس رشتے کی تجویز کے وقت ذکر کرنا کیا مناسب ہے؟اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا:

’’ہاں یہی تو قول سدید کے معنی ہیں جو نکاح کے وقت پڑھی جانے والی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے کہ فریقین کو کھل کر سچی اور سیدھی بات کرنی چاہیے۔ تاکہ کسی چیز کے چھپائے جانے کا کوئی شبہ بھی درمیان میں باقی نہ رہے۔ بعد ازاں حضور انور نے عمومی طور پر ذکر فرمایا کہ کس طرح احمدیوں میں گزشتہ چند سالوں میں طلاق کی شرح میں اضافہ ہوا ہے اور افسوس کا اظہار فرمایا کہ بہت سے لوگوں میں حوصلہ اور صبر اب دیکھنے کو نہیں ملتا۔‘‘

حضور انور نے فرمایا:

’’یہ نہایت بدقسمتی ہے کہ صبر اور حوصلہ کا احمدی شوہروں اور بیویوں میں تیزی سے فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ تم گمان بھی نہیں کر سکتے کہ ان چند چیزوں کو جو احمدی خواتین مجھے اپنے شوہروں کی شکایت کے حوالے سے لکھتی ہیں یا اس کے برعکس جو شوہر اپنی بیویوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ وہ اپنے رشتے اور شادیاں معمولی اور حقیر دنیاوی چیزوں کی وجہ سے توڑ دیتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ ان چیزوں کو سلجھانے اور رشتوں کو بچانے کی سوچ کو آگے لائیں۔ اکثر وہ نیک خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے خون میں کئی نسلوں سے احمدیت گھر کر چکی ہے پھر بھی اگر نو مبائعین سے ان کا موازنہ کیا جائے تو وہ بہت پیچھے ہیں۔ یہ نہایت قابل افسوس ہے۔‘‘

حضور انور نے بعض شکایات اور معاملے بیان فرمائے جو براہ راست آپ کے میز تک پہنچتے ہیں۔ میں ان کے سننے سے حیران و ششدر رہ گیا۔ حضور انور نے فرمایا:

’’احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ کی مثال کی پیروی کرنی چاہیے کہ وہ بحیثیت میاں بیوی کس طرح اکٹھے رہے۔ آپؑ کا رشتہ دوہری محبت، صبر اور دعاوں پر مبنی تھا۔‘‘

بعد ازاں حضور انور نے ایک بزرگ خاتون کا ذکر فرمایا جو آپ سے ملنے کے لیے حال ہی میں تشریف لائی تھیں۔ انہیں گزشتہ سالوں میں شدید مصائب کا ذاتی طور پر سامنا ہوا تھا۔ حضور انور نے فرمایا ’’جب وہ مجھے ملنے آئیں تو انہوں نے بتایا کہ لوگ انہیں کہتے ہیں کہ آپ اتنی تکالیف اور مصائب سے گزری ہیں پھر بھی آپ ٹھیک ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ایسے لوگوں کو جواب دیتی ہیں کہ وہ صرف اللہ کے سامنے روتی ہیں اور کسی دوسرے کے سامنے نہیں۔ یہ ایک نیک مثال ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔‘‘

حضور انور نے فرمایا ’’بے شک یہی میرا طریق ہے کہ جب بھی مجھے کوئی پریشانی درپیش ہوتی ہے میں اللہ کی طرف جھکتا ہوں اور صرف اسی کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوں۔‘‘

حضور انور کا انگریزی زبان کا استعمال

شاید ماحول کو کچھ ہلکا کرنے کے لیے حضور انور نے استفسار فرمایا کہ میری عمر کتنی ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں اس وقت 39 سال کا ہوں۔ اس پر حضور انور نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا:

’’تمہارے میرے ساتھ کام کرنے کے دوران تم نے کئی چیزوں کا تجربہ کیا ہے اور کئی طرح کے معاملات دیکھے ہیں۔ تم یقیناً ایسا تجربہ کہیں حاصل نہ کر سکتے اگر تم کہیں اور کام کر رہے ہوتے۔‘‘

اگرچہ حضور انور کا تبصرہ زندہ دلی کی اعلیٰ مثال تھا، یہ یقیناً بالکل سچ پر مبنی تھا۔ حضور انور نے گزشتہ دنوں مجلس خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر اپنے خطاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ اپنے خطاب میں سادہ اور عام فہم زبان کا استعمال کروں تاکہ مخاطبین کو میرے خطاب کی سمجھ آجائے۔‘‘ تبسم فرماتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

’’تمہارا دل چاہتا ہوگا کہ کبھی کبھار میں زیادہ عمدہ اور فصیح زبان کا استعمال کروں مگر میری ترجیح تربیت ہے نہ کہ کوئی علمی انعام حاصل کرنا یا کسی کو متاثر کرنے کے لیے زبان دانی کا استعمال کرنا۔‘‘

اس پر حضور انور نے یہ تذکرہ بھی فرمایا کہ آپ باقاعدگی سے انگریزی اور اردو میں کچھ پڑھتے رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا:

’’ہر صبح فجر کے بعد نہ صرف قرآن کریم کی اردو تفسیر کا مطالعہ کرتا ہوں بلکہ کچھ انگریزی تفسیر بھی پڑھتا ہوں۔ تفسیر سے اپنی ذات میں فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ یہ مجھے انگریزی زبان سے جڑے رہنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔‘‘

میں نے عرض کی کہ حضور انور کی انگریزی زبان پر گرفت بہت زبردست ہے اور کئی مقامات پر آپ نے میری گرائمر اور spelling کی اغلاط کی درستگی فرمائی ہے یا کسی ایسے انگریزی کے محاورے کی نشاندہی فرمائی ہے جو میرے علم میں نہ تھا، اگرچہ انگریزی میری مادری زبان ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا:

’’جب میں جوان تھا، میں تقاریر نہ کرتا تھا یا لوگوں سے زیادہ ملتا جلتا نہ تھا اس لیے اب لوگوں سے بات کرتے ہوئے بعض ایسے الفاظ جو میں استعمال کرنا چاہتا ہوں وہ فوری طور پر میری زبان سے ادا نہیں ہوتے۔‘‘

آپ نے مزید فرمایا:

’’دراصل کبھی کوئی انٹرویو دینے کے بعد یا کسی سوال جواب کی مجلس کے اختتام پر مجھے خیال آتا ہے کہ فلاں لفظ زیادہ موزوں تھا اور میں سوچتا ہوں کہ مجھے وہ لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ تاہم ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید کا ہاتھ ہے اور اسی لئے جب وہ چاہتا ہے کہ میں بولوں تو وہ خود ہی میری رہنمائی بھی فرما دیتا ہے۔ مثال کے طور پر جب Peter Mansbridge کینیڈا میں میرا انٹرویو کر رہا تھا تو میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری رہنمائی فرما رہا ہے اور میں جانتا ہوں کہ بعض احمدی ایسے بھی تھے جن پر اس انٹرویو کا میرے خطابات خطبات سے زیادہ اثر ہوا۔ ان کے ایمان میں اضافہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ خلیفۃ المسیح کھلے عام نیشنل ٹی وی پر اسلام کی خوبیوں کا ذکر کر رہے ہیں اور دنیا کی ناانصافیوں اور خطرات سے آگاہ کر رہے ہیں۔ مجھے اسلامی تعلیمات کے متعلق ان کی احساس کمتری دور کرنے کا موقع ملا۔ اور انہیں سچ بولنے کی جرات حاصل ہوئی۔‘‘

یہ سننے پر میں نے عرض کی کہ یہ تو بدقسمتی ہے کہ احمدیوں کو بیرونی مواقع پر حضور انور کی گفتگو زیادہ متاثر کرے بجائے اس کے کہ وہ براہ راست ان خطابات کو توجہ سے سنیں جو انہیں مخاطب کر کے حضور انور بیان فرماتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا:

’’ہمیں کبھی بھی سختی سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ ہماری جماعت کے احباب کی تربیت کئی مختلف انداز سے ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی اصلاح کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ نہیں رکھا بلکہ کئی طریقوں سے اور ذرائع سے مختلف طبائع کے مالک افراد کی حسب ضرورت الگ الگ پہلو اختیار فرمائے ہیں۔ (ان تمام امور کا) ایک ہی مقصد اور ایک ہی مطمح نظر ہے کہ لوگوں کو خدا کے قریب لایا جائے اور یہ بھی کہ وہ اچھے اور نیک بنیں۔ لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے کئی مختلف راستے ہیں۔‘‘

بعد ازاں حضور انور نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: ’’چلو پھر جاؤ۔ آج میں نے کافی لمبا لیکچر دے دیا ہے تمہیں۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ میں بشوق و رغبت سارا دن حضور کا لیکچر سنتا رہتا۔ ہر لفظ پر حکمت، حضور کی عاجزی سے لبریز اور آپ کے توکل علی اللہ کا مظہر تھا اور اس خواہش میں ڈوبا ہوا تھا کہ ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے والا ہو۔

(حضور انور کا دورۂ امریکہ ستمبر - اکتوبر 2022ء از ڈائری عابد خان)

(باتعاون: مظفرہ ثروت۔ جرمنی)

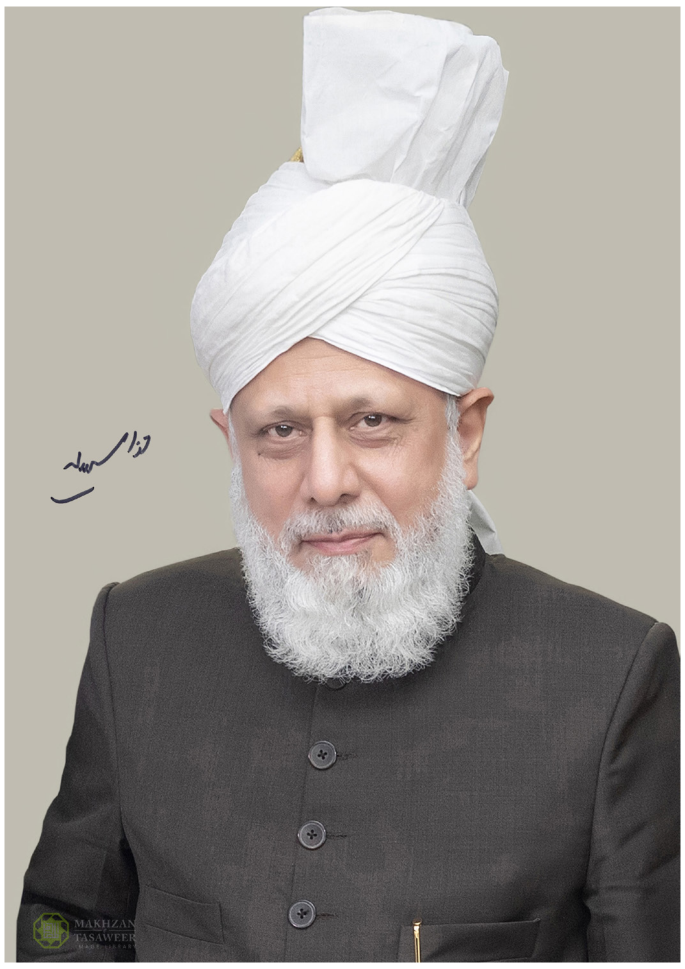

نبیلہ فوزی رفیق۔ناروے

ناروے میں پہلی مسجد

ملک ناروے جو اسکینڈے نیویا کے انتہائی شمال میں واقع ایک خوبصورت خطہ ہے۔ زمین کا یہ ٹکڑا دنیا کا کنارا بھی کہلاتا ہے۔ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ والی خوشخبری جو اللہ تعالیٰ نے امام الزمان علیہ السلام کو ایک پیشگوئی کے ذریعے دی تھی جس کا اظہار جماعتِ احمدیہ نے بار ہا دیکھا ہے۔ناروے کی سرزمین میں بھی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے نظارے آج سے 44برس قبل ناروے کے باشندوں نے دیکھ لئے تھے جب 1979ء میں پہلی مرتبہ مسجد کے لئے عمارت خریدی گئی اور پھر اس سے اگلے برس ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بہ نفسِ نفیس سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ (مرزا ناصر احمد صاحب) کے قائم فرمودہ صد سالہ جوبلی کے عظیم منصوبے کے تحت ناروے کے دارالحکومت اوسلو کی پہلی مسجد کی تعمیر کے مختصر حالات بیان کرنے سے پہلے قارئین کو اسکینڈے نیویا کی مساجد کا کچھ پس منظر بتانا ضروری ہے۔1956ء کے جلسہ سالانہ پر اسکینڈے نیویا میں اسلام کے پھیلاؤ کے ذکر کے دوران حضرت مصلح موعودؓ نے ناروے کی مسجد کے لئے جگہ لینے کا ذکر فرمایا تھا۔ جس میں یہ اشارہ تھا کہ شائد اسکینڈے نیویا کے ممالک میں سب سے پہلے ناروے میں مسجد بنے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ناروے کے لئے خدا کا گھر تعمیر ہونے میں ابھی کچھ دیر تھی۔ ناروے میں مشن تو قائم ہو چکا تھا مگر اسکینڈے نیویا کے دوسرے دو ممالک سویڈن اور ڈنمارک میں مساجد کی تعمیر پہلے ہوئی۔ مسجد ناصر گوٹن برگ میں اور مسجد نصرت کوپن ہیگن میں تعمیر کی گئی۔

ملک ناروے میں اللہ کا گھر

ابتدا میں کچھ برس مربی سلسلہ مکرم سید کمال یوسف صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ رضی اللہ عنہ کی ہدایت میں تمام اسکینڈے نیویا میں فرائض سر انجام دیے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہت جلد نارویجین ساتھیوں کی مدد بھی دے دی وہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور ایک برس بعد ہی تین سفید پرندے پکڑ کر جماعت کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ان میں سے ایک مکرم نور احمد بولستاد تھے۔ مکرم نور صاحب نارویجین باشندے ہیں۔جنہوں نے 1957ء میں بیعت کی۔ نور صاحب کی بیگم اور بچوں کی بھی بیعت ہوئی بلکہ ان کی بیعت سے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ ناروے پر بہت بڑا فضل کیا۔ مکرم نور بولستاد صاحب ناروے جماعت کا ستون ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں اعزازی مبلغ بھی مقرر فرمایا تھا۔ بہت سے سال مسجد کے بغیر گزارا کیا جاتا رہا۔ پھر 1979ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر ناروے کے لئے مسجد کی جگہ ڈھونڈنے کی ذمہ داری مکرم منیر الدین احمد صاحب کے حصے میں آئی،بہت کوشش کی گئی کہ شہر میں جگہ مل جائے مگر بات نہ بنی، ملکِ بیلجیم کے سفارت خانے کی عمارت بک رہی تھی۔ مولوی صاحب کو معلوم ہوا انہوں نے کوشش کر کے اس کی تفصیل لی اور حضور کو رپورٹ کردی۔ جلد ہی منظوری آ گئی۔ چنانچہ شہر کے وسط میں چار کنال پر مشتمل یہ وسیع وعریض تین منزلہ عمارت خرید لی گئی۔ اس میں دو مربیان کے گھروں کی بھی گنجائش تھی۔ عمارت کا سودا ہو گیا اور 1980ء میں اوسلو مسجد جس کا نام ”مسجد نور“ رکھا گیا مسجد کا افتتاح کرنے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پاکستان سے تشریف لائے۔

ناروے کی پہلی مسجد (نور) کے افتتاح کی کچھ قابل ذکر یادیں

گو کہ اس وقت تک ناروے میں احمدی حضرات کی آبادی ہمسایہ ممالک کی احمدی آبادی سے زیادہ تھی، مگر یہاں مسجد بنانے کا وقت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی تھا۔ یکم اگست 1980ء میں بروز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد کا افتتاح نمازِ جمعہ پڑھا کر کیا۔ یہ مسجد ناروے کی پہلی، اسکینڈے نیویا کی تیسری اور برِ اعظم یورپ کی آٹھویں مسجد بنتی ہے۔ (اس مسجد کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ نئ صدی کی مساجد کی تعمیر کے تعلق میں گوٹن برگ کی مسجد (مسجد ناصر)جو 1976ء میں مسجد نور سے پہلے بنائی گئی تھی پہلی مسجد تھی اور دوسرا طیب وشیریں ثمر مسجد نور تھی)

”مسجد نور“ کی ایک اور خاص بات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اس کا نام حاجی حرمین سیّدنا حضرت مولانا نور الدینؓ کے نام پر ”مسجد نور“ رکھنا تھا یہ نام ناروے کے ساتھ مناسبت کے اعتبار سے اور بھی بہت سی حکمتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ لفظِ ”نور“ جو عربی لفظ ہے خود ناروے کے نام کا پہلا حصہ ہے۔ نور سے ناروے کی ایک اور مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام قبول کرنے والے سب سے پہلے باشندے مسٹر بولستاد کا اسلامی نام ”نور احمد“ رکھا تھا۔اس مبارک موقع پر یورپ سے احمدی احباب کے علاوہ، اسکینڈے نیویا کے نو مسلم احباب اور اخباری نمائندے بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ متعدد یورپی ممالک اور دوسرے ممالک جن میں آسٹریا، بنگلہ دیش، ترکی، چین اور فرانس کے قونصل جنرل اور کئی دوسرے ملکوں کے سفارتی نمائندے بھی مدعو تھے۔ جنہوں نے جمعہ کی افتتاحی نماز کا منظر مسجد سے ملحق لائبریری میں بیٹھ کر دیکھا نماز کے بعد حضورؒ نے سفارتی نمائندوں سے ایک گھنٹہ تک گفتگو فرمائی۔ ان سے مبارک باد وصول کی اور جواباً ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مساجد کی اہمیت اور اسلام کی فضیلت پر بہت احسن پیرائے میں روشنی ڈالی۔

(دورہ مغرب صفحہ 220-225)

نارویجین قوم اور مذہب

نارویجین قوم کی کچھ مخصوص عادات ہیں،انہیں وحدانیت اور مذہب سے کوئی خاص سروکار نہیں۔

کہنے کو یہاں عیسائی مذہب کا راج تھا، مگر چونکہ عیسائیت بھی ان پر بزورِ شمشیر نافذ کی گئی تھی لہٰذا کوئی مذہب ان کے دلوں میں جذب نہیں ہوا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی طبیعت میں نرمی، محبت، خلوص، خدمتِ خلق، صلح جوئی حد سے زیادہ ہے۔ جن لوگوں نے عیسائیت سمجھ کر دل سے قبول کی تھی وہ بائبل کی اخلاقیات پر پوری طرح قائم تھے۔لیکن ایک کثیر تعداد خدا کی وحدانیت پر یقین نہیں رکھتی۔ مذہب سے دور لوگوں کو وحدانیت کا سبق پڑھانا مشکل کام تھا۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دینا ہوتی ہے اس کا دل نرم کر دیا جاتا ہے۔ مسجد کا قیام اور مربیان کی خلافت کی ہدایات کے مطابق کی گئی محنتیں اور تبلیغی تدابیر اور سب سے بڑھ کر خلفائے احمدیت کی یہاں بار بار آمد نے نارویجین قوم کے علاوہ دوسری اقوام کے لوگوں کے دل بھی اسلام اور احمدیت کی طرف پھیر دے۔کیونکہ مسجد کا قیام ہی کسی بھی گروہ کے لئے اتحاد اور یک جہتی کا حصول بن جاتا ہے۔اور مسجد سے جڑے افراد مسجد سے منسلک مقاصد کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں چنانچہ یہاں بھی انہی روایتی سلسلوں کا آغاز ہوا۔ اوسلو میں مقیم احمدی حضرات کو ایک خانہ خدا مل گیا اور باہم اکٹھے ہو کر دین اسلام کو ناروے کی دہریت زدہ فضا میں پھیلانے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔

مسجد کی عمارت کی مرمّت اور احباب کا وقارِ عمل

مسجد کی عمارت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ مغرب پر لکھی گئی ایک کتاب کے صفحہ نمبر (205-206) سے ماخوذ کچھ حقائق حاضر ہیں۔

یہ وسیع و عریض عمارت مکرم منیر احمد صاحب مربی سلسلہ ناروے نے بارہ لاکھ کرونے میں خریدی۔ موصوف مربی صاحب کی تبدیلی سویڈن ہو گئی اور ناروے میں مکرم کمال یوسف صاحب کی تعیناتی ہوئی۔ عمارت چونکہ پرانی تھی مرمّت کرنا ضروری تھا، اس کی مرمّت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تین لاکھ کرونے کا بجٹ منظور فرمایا۔ مجلس خدام الاحمدیہ ناروے کے قریباً 35 خدام نے مسلسل 79 دن تک وقارِ عمل کر کے اس پورے قطعہ زمین کو درست کرنے، اس میں جا بجا کیاریاں بنانے، رنگا رنگ پھول اگانے اور پوری عمارت میں رنگ وروغن کرتے ہوئے دن رات کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔

مسجد ”نور“ میں حادثہ!

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جماعت ناروے کو مسجد تو دے دی، لیکن خوشیوں کے ساتھ ساتھ آزمائش بھی لگی ہوتی ہے۔مسجد بننے کے کچھ عرصہ بعد ایک رات مسجد کی بیرونی سیڑھیوں میں دھماکا ہوا۔ جو کہ ملک کی ایک نیشنل پارٹی کی طرف سے ایک نوجوان لڑکے کے ذریعے چار کلو بارود رکھ کر مسجد تباہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ عمارت کو نقصان تو ہوا مگراللہ تعالیٰ نے مربی سلسلہ مکرم کمال یوسف صاحب کی فیملی کو بچا لیا۔ جماعت اور مسجد میں موجود فیملی کے لئے وقتی صدمہ تو بہت زیادہ تھا لیکن خلیفۂ وقت کی دعاؤں اور اللہ کے

بقیہ صفحہ 12 پر

مولانا منیر الدین احمد مرحوم

سویڈن میں پہلی مسجد کی تعمیر

مسجد کے لئے میونسپل کمیٹی کی طرف سے ایک پلاٹ ہمیں الاٹ ہو گیا جو کہ بہت بڑا تھا اور لیز پر ملا تھا کرایہ بہت زیادہ تھا۔ اس لیے آدھا لیا گیا۔ حضور کی خدمت میں اطلاع دی گئی۔ فرمایا نقشہ وغیرہ تیار کروائیں۔ میں خود آ کر بنیاد رکھوں گا۔ 1974ء کے حالات کی وجہ سے حضور جلدی تشریف نہ لا سکے۔1975ء میں حضور تشریف لائے اور بنیاد رکھی۔

اس موقعہ پر سرکاری نمائندے بھی آئے اور اخباری نمائندوں نے بھی شرکت کی اخباروں میں خوب چرچا ہوا کہ سویڈن کی پہلی مسجد بن رہی ہے جو کہ جماعت احمدیہ بنا رہی ہے۔ اس موقعہ کی تصاویر بھی شائع ہوئیں۔ یہ خبر پڑھ کر ایک سویڈش دوست مشن ہاؤس میں آئے اور جماعت کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ مطالعہ کے لئے لٹریچر دیا گیا۔ پڑھ کر انہوں نے بیعت کر لی۔ مشن ہاؤس میں باقاعدہ آئے نماز سیکھی اور باقاعدہ نماز ادا کرتے۔ حضور نے ان کا نام جعفر عطا فرمایا۔وصیت بھی انہوں نے کر دی۔ چندہ باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ بعض پمفلٹس کا ترجمہ بھی کیا۔بچوں کے لیے ایک باتصویر کتابچہ بھی انہوں نے تیار کیااور شائع کر کے ہر گھر میں جو احمدی بچے تھے ان تک پہنچایا۔

اس دوران صومالیہ (افریقہ) میں قحط پڑا۔ریڈ کراس کے ماتحت جعفر صاحب نے وہاں جا کر خدمت خلق کا کام سر انجام دیا۔ واپس آ کر بھی وہاں کے لوگوں کے لئے امداد پہنچانے کی جدو جہد کی۔ اسی سلسلہ میں ایک حادثہ کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ احباب جماعت نے ان کا جنازہ پڑھا اور وہاں کے قبرستان میں خاص اجازت لے کر اسلامی طریق پر تدفین کی گئی۔ اس موقعہ پر بہت سے ترکی دوست بھی تدفین کے لئے آئے اور مشرقی طرز پر خود اپنے ہاتھوں سے قبر پر مٹی ڈالی اور دعا میں شامل ہوئے۔ اگلے سال جب حضور مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تو ان کی قبر پر دعا کی۔ مکرم جعفر صاحب کی خواہش تھی کہ وہ قادیان اور ربوہ جائیں۔ نیز حضور سے بھی شرف ملاقات حاصل کریں مگر عمر نے وفا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

مسجد کے لئے پلاٹ جماعت کے نام الاٹ ہو گیا۔ مگر الاٹمنٹ پیپر دینے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ میں نے متعلقہ افسر سے رابطہ کیا تو اس نے بتایا کہ پاکستان ایمبیسی کی طرف سے ہمیں اشارۃً آپ کو یہ زمین نہ دینے کی تلقین کی گئی۔ تو ہم نے پاکستان میں اپنی ایمبیسی سے رائے طلب کی ہے ایمبیسی کی طرف سے بڑی اچھی رپورٹ ہمیں آئی ہے کہ یہ جماعت امن پسند مذہبی جماعت ہے اور سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہیں، مختلف ملکوں میں ان کی شاخیں ہیں۔ قادیان، انڈیا سے اس جماعت کا آغاز ہوا۔ پاکستان میں ربوہ ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جہاں جہاں یہ جماعت ہے وہاں ان کی مساجد ہیں۔

اس سے پہلے دو دفعہ پاکستانی سفیر مل چکا تھا۔ پہلی دفعہ میں جب نیا نیا سویڈن میں آیا تھا۔ تو پاکستانی سفارت خانہ میں عید پارٹی پر پاکستانیوں کو سٹاک ہالم میں بلایا گیا تھا۔ میں بھی اس پارٹی میں شامل ہوا۔ دوسری دفعہ گوتھن برگ میں ملاقات ہوئی۔ جب کہ وہ دورہ پر وہاں آئے۔ میں ان سے ملنے گیا تو انہوں نے کہا کہ میں مشن ہاؤس میں آنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تشریف لائیں۔ چنانچہ وہ تشریف لائے۔ کرائے کی بلڈنگ میں مشن ہاؤس تھا ان کو بتایا کہ جلد مسجد بنانے کا پروگرام ہے۔

مسجد کی بنیاد کے بعد تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ اس کے لئے ایک کمپنی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ایک سال میں تعمیر مکمل ہو گئی۔ مسجد کا نام حضرت صاحب کے نام سے بیت الناصر تجویز کیا گیا۔ صد سالہ جوبلی فنڈ سے اس بیت کی تعمیر کا کام سر انجام دیا گیا۔ یہ رقم حضور نے لندن سے بھجوائی جو کہ دس لاکھ سویڈش کراؤن تھی۔

1976ء میں حضور پھر سویڈن تشریف لائے اور بیت کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر گوتھن برگ کے شہری اور احباب جماعت کے علاوہ جرمنی سے ایک وفد مکرم فضل الٰہی صاحب انوریؒ کی قیادت میں شریک ہوا۔ ڈنمارک اور ناروے کے دوست بھی آئے۔ لنڈن سے بھی بعض لوگ تشریف لائے۔ ان میں میرے کزن عبد الرشید صاحب بھٹی اور ناصر احمد صاحب شامل ہیں۔ میرا بھانجا عبدالرشید درویش بھی اس موقعہ پر پہنچ گیا۔

افتتاحی تقریر میں حضور نے خصوصاً اس بات کا اعلان فرمایا کہ یہ مسجد جماعت احمدیہ نے بنائی ہے مگر یہ ہر اس شخص کے لئے کھلی ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے کسی قسم کی روک نہیں ہے خود نماز پڑھے یا ہمارے ساتھ شامل ہو۔

افتتاح کی تقریب کی بھی اشاعت اخباروں میں بڑے پیمانہ پر ہوئی۔ ملک میں شور پڑ گیا کہ سویڈن میں پہلی مسجد تیار ہو گئی ہے۔ لوگوں نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور بڑی تعداد میں لوگ مسجد دیکھنے کے لئے آنے لگے خصوصاً سکولوں کے طلباء، اس موقعہ پر حضور نے مسجد کے ہال میں اخباروں کے نمائندوں سے بھی خطاب کیا اور ان کے سوالوں کے جواب دیئے۔

افتتاح کے بعد حضور نے مجھے فرمایا کہ مسجد کے اخراجات کا حساب کتاب مجھے بتاؤ چنانچہ رات کو بیٹھک میں حضور کے ساتھ اکیلے بیٹھ کر حساب کتاب دکھایا۔ جو ٹھیک ٹھاک تھا، حضور نے بعد ملاحظہ خوشی کا اظہار فرمایا اور ایک سو سویڈش کراؤن مجھے عطیہ عطا فرمایا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ جو رقم باقی ہے وہ میری اجازت کے بغیر خرچ نہیں کرنی۔

مسجد بننے سے پہلے مشن ہاؤس ایک کرائے کے مکان میں تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس میں بیت الخلاء تو تھا مگر غسل خانہ نہ تھا۔باہر جا کر نہانا ہوتا تھا۔1973ء اور 1975ء میں جب حضور سویڈن تشریف لائے تو ہوٹل میں رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ مگر 1976ء میں افتتاح کے لیے تشریف لائے تو مسجد سے ملحقہ مشن ہاؤس میں قیام فرمایا۔

مشن ہاؤس تین کمروں، کچن،ڈرائنگ روم پر مشتمل ہے۔ساتھ دفتر کا کمرہ ہے۔ایک بڑا باتھ روم اور ایک چھوٹا ہے۔مسجد تین کمروں کا مجموعہ ہے۔نماز ہال، صحن اور کمرہ لائبریری اور لائبریری کے کمرہ میں ٹیبل ٹینس کا میز رکھا گیا تاکہ نوجوانوں کی کشش کا باعث ہو۔ بعض احباب نے اس کو پسند نہ فرمایا۔ مگر جب حضور نے دیکھا تو خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا آؤ! پھر میرے ساتھ ایک گیم لگاؤ۔ اس طرح حضور نے عملی طور پر اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

بقیہ: ناروے میں پہلی مسجد.....از صفحہ 11

فضل سے وقت کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے نقصان کی تلافی ہو گئی۔

مسجد نور (اوسلو) میں خلفائے کرام کی مبارک آمد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق تو بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے اس مسجد کا افتتاح کیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد 1987ء میں ناروے کے دورہ پر تشریف لائے۔ مسجد نور پہنچنے پر اگلے روز حضورؒ نے احبابِ جماعت سے دستی بیعت لی۔ 5/اگست کو ظہر کی نماز سے قبل حضور نے مشن ہاؤس کی لائبریری میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔پریس کانفرنس زیادہ تر انگریزی زبان میں ہوئی جس کا ترجمہ جناب سید کمال یوسف صاحب اور مکرم نور بوستاد صاحب نے کیا۔ حضورؒ کے اوسلو میں آٹھ روزہ قیام کا ناروے کی اخباروں میں خوب چرچا ہوا۔ 1989ء میں حضورؒ ایک مرتبہ پھر یورپ کے دورے پر آئے۔ اس مرتبہ بھی مختلف پریس کانفرسز ہوئیں پریس نے خوب سوال وجواب کئے، غیر از جماعت مہمانوں کے لئے ایک عشائیہ بھی دیا گیا۔ 1993ء میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر حضورؒ کو توفیق بخشی کہ وہ اسکینڈے نیویا کے دورے پر آئیں، اس مرتبہ حضور اپنی بیٹیوں کو ساتھ لائے۔ حضور نے اس دورے میں ناروے کے سب سے اونچے علاقہ "نارتھ کیپ ٹاون" کی سیر کی حضورؒ نے وہاں ایک جمعہ بھی پڑھایا جس میں جماعت ناروے کو چیلنج دیا کہ وہ کوشش کریں اور نارتھ کیپ میں مسجد بنائیں۔

2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اسکینڈے نیویا کے دورہ پر تشریف لائے۔ پریس کانفرنسز اور عشائیہ دینے والے مہمانوں سے گفتگو بھی کی اور سولات کے جوابات بھی دیئے۔ اس مبارک دورہ میں حضور انور نے ناروے کی دوسری مسجد مکمل کرنے کی منظوری دی۔ مسجد کا کام تو پہلے سے ہو رہا تھا مگر کچھ وجوہات کی وجہ سے رکا ہوا تھا اور اس کو مکمل کرنے کی ترغیب دلائی۔چونکہ اب جماعت کی تجنید بڑھتی جارہی تھی۔ مگر پھر بھی اس مسجد کی وسعت اور برکت سے ہر قسم کی جماعتی تقریبات یہیں منعقد ہورہی تھیں۔ گو کہ بڑے جلسے اور اجتماع کے لئے شہر سے ہال بک کروانے پڑتے تھے۔ مگر ساری جماعت صبر شکر کے ساتھ چھوٹی چھوٹی تقریبات منعقد کرتی رہی۔

محمد زکریا خان۔ امیر و مشنری انچارج ڈنمارک

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک دور میں سکینڈے نیویا ممالک میں مشن ہاؤس کا قیام عمل میں آیا۔ اکتوبر 1961ء میں مکرم وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کوپن ہیگن دورہ پر تشریف لائے اور ڈنمارک میں اسلام کی روز افزوں ترقی کے پیش نظر یہ فیصلہ فرمایا کہ کوپن ہیگن میں زمین خرید کر مسجد کی تعمیر کا انتظام کیا جائے۔ 1963ء میں مسجد نصرت جہاں کی تعمیر کے لیے ایک قطعہ زمین خریدنے کی سعادت مکرم سیّد میر مسعود احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔ سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب جمعۃ المبارک 6/مئی 1966ء کو منعقد ہوئی۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر ربوہ نے سنگ بنیاد رکھا۔ لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں سے تعمیر ہونے والی اس مسجد کا افتتاح حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مؤرخہ 21 جولائی 1967ء بروز جمعۃ المبارک فرمایا۔

مسجد کی تعمیر پر قریباً نصف صدی مکمل ہونے پر اس مسجد کی مرمت اور تزئین نیز مشن ہاؤس، مربی ہاؤس، لجنہ ہاؤس اور دیگر مرکزی دفاتر کی از سر نو تعمیر کا کام خلافت خامسہ میں ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن کی مرمت اور مربی ہاؤس و لجنہ ہاؤس کی تعمیر نو

2011ء میں جب میں نے ڈنمارک کی جماعت کا چارج سنبھالا تو بڑی شدّت سے اس بات کو محسوس کیا کہ ہمارے پاس جگہ کی بہت تنگی ہے، کسی مہمان کو بٹھانے کے لیے کوئی جگہ نہ ہے اپنے لوگوں کے لیے کوئی مناسب جگہ۔ دو عدد واش روم نیچے بیسمنٹ میں تھے مگر ان کی حالت ناگفتہ بہ۔ ایک تو مستقل بند رہتا اور دوسرے کی بار بار مرمت کروائی جاتی۔ ایک چھوٹی سی بیسمنٹ تھی جس میں کتب کے لیے الماریاں رکھی ہوئی تھیں۔ چھت کی اونچائی بھی زیادہ نہ تھی اور چھوٹی چھوٹی دو کھڑکیاں جن کی چوڑائی ایک فٹ سے بھی کم تھی۔ جگہ جگہ پائپ گزر رہے تھے مسجد کی اندرونی چھت ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ کارپٹ بہت پرانا اور غلیظ تھا اور مسجد کے مد مقابل سڑک کے دوسری طرف ایک پرانا بوسیدہ چھوٹا ساگھر تھا جو لجنہ ہاؤس کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ جس کی تنگ و تاریک بیسمنٹ جو اشاعت کے سٹور کے طور پر استعمال میں لائی جاتی اور اوپر ایک واش روم، کچن اور دو چھوٹے چھوٹے کمرے تھے ایک صدر لجنہ کے دفتر کے طور پر اور ایک مہمانوں کے لیے استعمال ہوتا۔ اس گھر کی بیٹھک نماز سینٹر کے طور پر استعمال ہوتی اور جگہ کی تنگی کا یہ حال تھا کہ کچن، برآمدہ اور سیڑھیوں پر بھی لجنہ کو بیٹھنا پڑتا۔

اس لیے میرے دل میں ہر وقت یہ خیال آتا کہ کسی طرح میں ان عمارات کو گرا کر جدید طرز اور وسعت کے ساتھ تعمیر کروں اور ذہن میں نقشہ جات بھی تیار کرتا رہتا۔

جلسہ سالانہ ڈنمارک 2011ء اور طوفانی بارش

مؤرخہ 2 اور 3/ جولائی 2011ء کو جماعت احمدیہ ڈنمارک کا جلسہ سالانہ تھا۔ 2/ جولائی جلسہ کی کاروائی کے بعد ایک مجلس سوال و جواب رکھی گئی تھی۔ اس دوران شدید کڑک اور بجلی کی چمک کے ساتھ خوفناک بارش برسنا شروع ہوگئی۔ ایک گھنٹہ میں 5 ہزار مرتبہ بجلی چمکی اور بارش اتنی زیادہ تھی کہ گٹر کا پانی نیچے تہہ خانہ میں موجود دو ٹائلٹ کے ذریعہ اندر داخل ہونا شروع ہوا اور چند منٹوں میں تہہ خانہ 30-40 سینٹی میٹر تک بدبو دار پانی سے بھر گیا۔ یہی حال کوپن ہیگن شہر کا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کوپن ہیگن میں سیوریج سسٹم تو بنایا گیا مگر بارش کے پانی کے لیے Drainage سسٹم نہیں بنایا گیا۔ کیونکہ بارشیں کم ہوتی ہیں اور بارش کا پانی بھی سیوریج سسٹم میں جاملتا ہے۔ اب اُس روز اس قدر بارش ہوئی کہ جن گھروں اور عمارات میں تہہ خانے تھے وہ سب گٹر کے پانی سے بھر گئے۔

ہم نے کئی کمپنیوں کو رابطہ کیا کہ وہ آکر پانی نکالیں مگر سارے شہر میں ضرورت تھی اس لیے کوئی نہ آیا۔یہاں تک کہ ہم نے ہمسایہ ملک سویڈن کی کمپنیوں کو بھی رابطہ کیا مگر ان کا بھی وہی جواب تھا کہ سب اس وقت مصروف ہیں اور کوپن ہیگن میں ایمرجنسی کام کر رہے ہیں۔

میں نے شام کو حضور انور کی خدمت میں فیکس کی اور صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے درخواست کی کہ جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کا پروگرام منسوخ کردیا جائے۔ مگر حضور انور نے فرمایا کہ جلسہ دو دن کا ہی ہوگا۔ تب جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کی کاروائی حضور انور کی اجازت سے اگلے ہفتہ رکھی گئی۔

چنانچہ خدام و انصار، دن رات تہہ خانہ سے گٹر کا پانی نکالنے میں مصروف ہوگئے۔ پورا ہفتہ کام کرتے رہے اور پھر جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کا پروگرام 10 جولائی کو رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب انصار و خدام و اطفال کو احسن جزاء عطا کرے جنہوں نے نہایت ہی مکدّر اور متعفن فضاء میں دن رات محنت کی اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی صفائی میں جان کی بازی لگائی۔ آمین

تہہ خانے میں موجود لائبریری کی الماریاں پانی میں ڈوب جانے کے باعث ٹوٹ کر گر گئیں۔ بہت سی کتب ضائع ہوگئیں۔ یہی حال سڑک پار لجنہ ہاؤس کے تہہ خانہ کا تھا جہاں بہت نقصان ہوا۔

میں تو پہلے ہی دن رات خیالات میں ان عمارات کو گرا کر جدید طرز پر وسعت کے ساتھ تعمیر کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں نے حضور انور کی خدمت میں ساری صورت حال بیان کی اور عاجزانہ درخواست کی کہ پیارے آقا ازراہ شفقت مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ مسجد سے ملحقہ عمارت اور لجنہ ہاؤس کی عمارات کو گرا دیا جائے اور وسعت اور جدید سہولیات کے ساتھ ان کو از سر نو تعمیر کیا جائے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حضور انور نے میری درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

بس پھر کیا تھا میں نے دن، رات کاغذ، پیمانہ اور پنسل لیکر ڈرائنگ بنانا شروع کردی اور کئی ہفتوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کبھی لجنہ ہاؤس کے رقبہ کی پیائش اور متوقع تعمیر کی ڈرائنگ کبھی مربی ہاؤس کا نقشہ، کبھی لجنہ کے لئے نماز سنٹر اور کبھی بڑے ہال اور دفاتر اور مہمان خانہ کی ڈرائنگ بناتا رہا۔ اِس دوران حضور انور کی ہدایت پر لندن سے وقتاً فوقتاً تین مختلف آرکیٹیکٹ بھی آتے رہے مگر ہمارے کام نہ آسکے۔

جب خاکسار نے تمام ڈرائنگ مکمل کی تو پھر کسی ڈینش آرکیٹیکٹ کی تلاش کا مرحلہ آیا جو ہماری طرف سے کمیون میں باقاعدہ اجازت کی غرض سے ڈرائنگ پیش کرسکے۔

اِس موقع پر مکرم سید فاروق شاہ صاحب کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے چند آرکیٹیکٹ سے ہمارا رابطہ کرایا۔ لیکن خاکسار نے یہ شرط ان تمام آرکیٹیکٹ کے سامنے رکھی کہ آپکی قیمت اُسوقت ادا کی جائے گی جب آپ کمیون کی طرف سے تحریری اجازت حاصل کرلیں گے۔کیونکہ ماضی میں لجنہ ہاؤس میں معمولی سا اضافہ کرنے کے لیے کسی آرکیٹیکٹ سے ڈرانگ تیار کروائی گئیں اور اس کے لیے ایک خطیر رقم اس کو ادا کی گئی مگر کمیون نے اس کی منظوری نہ دی۔ جس کی وجہ سے ڈرائنگ ہمارے کام نہ آسکی، اُلٹا مالی نقصان ہوگیا۔ چنانچہ صرف ایک آرکیٹیکٹ جناب Per Byder تھے جنہوں نے اِس شرط کو منظور کرتے ہوئے تمام ڈرائنگ کو حتمی شکل دی اور کمیون میں منظوری و اجازت کے لئے پیش کیا۔

یہ واضح کردوں کہ جب ڈرائنگ تیار ہوئی تو تمام احباب جماعت کو مسجد بلایا گیا اورلجنہ کو باقاعدہ کیمرہ کے ذریعہ ان نقشہ جات کے بارہ میں بریف کیاگیا اور رائے طلب کی گئی۔ اِس طرح کیمون میں اجازت کی غرض سے یہ ڈرائنگ پیش کرنے سے قبل تین بار خاکسار لندن گیا اور حضور انور کی خدمت میں یہ ڈرائنگ پیش کی۔ ایک جگہ حضور انور نے تبدیلی کی جس کے بعد حضور انور نے اس کی منظوری عنایت فرمائی۔

آرکیٹیکٹ جناب Per Byder نے جب ڈرائنگ دیکھی تو انہیں مسجد کے سامنے لجنہ ہاؤس کی جگہ تعمیر ہونے والے تہہ خانہ پر بڑا اعتراض ہوا کہ اس کی کونسل ہرگز اجازت نہیں دے گی۔ یہ تہہ خانہ 30x12 میٹر پر مشتمل تھا جہاں یہ خیال تھا کہ 8-10 دفاتر بن جائیں اور باقی ہال تعمیر ہوجائے۔ نیز یہ کہ یہ تہہ خانہ 1.25 میٹر زمین کے نیچے اور 1.25 میٹر زمین کے اوپر تعمیر ہوگا۔ اس کا مطلب تھا کہ 360 مربع میٹر بڑا ہال تعمیر ہوگا۔

حضور انور کی قبولیت دعا کا کرشمہ

جب Per Byder نے کہا کہ اس کی اجازت کونسل نہیں دے گی تو میں نے اس کو کہا کہ آپ نقشہ جات اجازت کے لیے کونسل

بھجوادیں باقی جواب آنے پر دیکھیں گے۔

اِدھر ہمارے آرکیٹیکٹ نے کیمون میں ڈرائنگ منظوری کیلئے جمع کرائی اُدھر میں نے متواتر حضور انور کی خدمت میں دعا کی غرض سے خطوط لکھنے شروع کردیئے اور یہی لکھتا رہا کہ کیمون کی طرف سے تعمیر کی اجازت کا مل جانا معجزہ اور کرامت ہوگی۔ کیونکہ بہت وسیع رقبہ پر عمارات کو تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی جا رہی تھی۔ میں خود بھی دعا میں لگ گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ماہ کے روزے رکھنے کی منت مانی اور اسی وقت روزے رکھنے شروع کردیئے تا اللہ تعالیٰ ان تعمیرات کی اجازت اور نقشہ جات کی منظوری کو ہمارے لئے آسان بنا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا کیا شمار اور اس کی رحمتوں کا اظہار کیسے ممکن ہے۔ اُس نے پیارے آقا کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور کرامت اور معجزہ دکھایا کہ کیمون نے ہماری ڈرائنگ کو منظور کرلیا اور تحریراً اجازت نامہ بھجوادیا۔ سبحان اللہ والحمدللہ۔

مسجد نصرت جہاں کے ساتھ تعمیر ہونے والی لائبریری اور لجنہ کا ہال گو بڑا کشادہ ہال ہے مگر کونسل نے 12x4 مربع میٹر اس ڈرائنگ سے کم کردیا جو منظوری کے لیے پیش کی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم پہلے ہی بہت زیادہ حصہ تعمیر کے لیے منظور کروا چکے تھے۔

بلڈرز کی تلاش اور تعمیراتی معاہدہ

جب ہمارے آرکیٹیکٹ Per Byder نے ہمیں تحریری اجازت نامہ اور نقشہ جات کی منظوری کے کاغذات لا کردیئے تو ہم نے فوراً اُسی وقت ان کو معاوضہ ادا کردیا۔ چنانچہ کیمون کی طرف سے باقاعدہ تحریری طور پر دونوں عمارات کے نئے نقشہ جات کی منظوری مل گئی تو پھر بلڈرز کی تلاش اور تعمیراتی معاہدہ کیلئے کوشش شروع کردی گئی۔ چار افراد پر مشتمل ایک تعمیراتی کمیٹی جس میں مکرم سید فاروق شاہ صاحب نیشنل سیکرٹری جائیداد، مکرم محمد اکرم محمود صاحب مربی سلسلہ، مکرم ڈاکٹر عبد الروف خان صاحب اور خاکسار شامل تھے۔

تین مختلف کمپنیوں سے تخمینہ لگوایا گیا اور پھر ان کمپنیوں کی تحقیقات بھی کی گئیں تا کہ یہ یقین ہو کہ کمپنی دھوکہ نہ دے جائے اور مالی لحاظ سے ایسی مستحکم ہو کہ دیوالیہ کا شکار نہ ہو۔ کیونکہ اِس طرح نہ صرف یہ کہ تعمیرات کا کام رک جائے گا بلکہ مالی لحاظ سے بھی جماعت کو شدید نقصان اٹھانا پڑے گا۔

چنانچہ کئی ایک تعمیراتی کمپنیوں سے اس سلسلہ میں رابطہ ہوا اور اخراجات کا تخمینہ لگوایا جاتا رہا۔ مکرم سید فاروق شاہ صاحب نے ڈنمارک کی ایک بہت بڑی تعمیراتی کمپنی CL & CO سے رابطہ کروایا۔ ان کا آفس کوپن ہیگن سے 70 کلومیٹر دور ایک شہر Hellerod میں واقع تھا۔ ان کے ساتھ تقریباً ہفتہ میں چار پانچ بار ہماری میٹنگز ہوتیں جس کا دورانیہ 2 سے چار گھنٹے بلکہ بسا اوقات 6 گھنٹے بھی ہوتا رہا اور اس پورے پراجیکٹ میں استعمال ہونے والے matireal اور سامان، اس کی کوالٹی، دروازے کھڑکیاں، بجلی کے لیمپ اور Floor heating جیسے بڑے بڑے اور چھوٹے امور زیر بحث آتے رہے اور قیمت متعین ہوتی رہی۔ دو سے تین ماہ کی محنت اور گفت و شنید کے بعد بالآخر اس کمپنی کے ساتھ حضور انور کی اجازت اور ہدایت کے مطابق معاہدہ طے پایا اور دونوں پرانی عمارات کو گرانے مٹی پھینکنے، basement کی کھدائی اور تعمیرات کی تکمیل 15,700000 ڈینش کرونز میں ہوئی۔ یہ رقم ٹیکس کے ساتھ ہے یعنی تقریباً 12500000 ٹوٹل تعمیرات کا خرچ تھا جس پر تقریباً 3200000 ٹیکس ادا ہوئے اور کل رقم 15,700000 خرچ ہوئی۔ اس میں عمارات کا گرانا، کھدائی کرنا اور مٹی کے پھینکنے کے اخراجات بھی شامل ہیں۔

مَیں تعمیر کے دوران خطوط کے ذریعہ بھی اور بالمشافہ ملاقات میں بھی تمام صورت حال سے پیارے آقا کو آگاہ کرتا رہا۔ ایک ملاقات میں میں نے نئی تعمیرات کی چند تصاویر حضور انور کو دکھائیں۔ جنہیں دیکھنے پر حضور انور نے مسجد نصرت جہاں کے باہر کی سیڑھیوں کے بارہ میں استفسار فرمایا کہ یہ سیڑھیاں کس طرح بنا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور concrete کی بنا رہے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا سیڑھیاں Garnite کی بنائیں۔

حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے builders سے اس بارہ میں بات کی تو انہوں نے کہا کہ یہاں سے بہت مہنگی پڑیں گی ہم چین سے تیار منگواتے ہیں جو کافی مناسب قیمت پر تیار ہو جائیں گی چنانچہ چین میں سیڑھیوں کا سائز بھجوایا گیا اور تیار ہو کر آگئیں اور اس پر 500.000 ڈینش کرونز لاگت آئی۔ الحمدللہ کہ پیارے آقا کی راہنمائی اور لاجواب ہدایت نے مسجد کی خوبصورتی اور وقار میں چار چاند لگادیئے۔

دوران تعمیر پیش آنے والی مشکلات کا تذکرہ

جب عمارات کے مسمار کرنے کا کام شروع ہوا تو یہ ایک بہت حساس مرحلہ تھا۔ خاص طور پر مسجد سے ملحق عمارت اور Basement کو گرانا انتہائی مشکل اور قابل تشویش مرحلہ تھا کہ مسجد کے ستون کو اگر معمولی سا بھی نقصان پہنچا تو مسجد کی عمارت کے گرجانے کا خطرہ تھا۔ چنانچہ کمپنی نے نہ صرف احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا بلکہ خصوصی آلات کے ذریعہ پوری مسجد کو سہارا دیا گیا۔ پھر بقیہ حصّہ کو گرانے کا کام شروع کیا گیا۔ یہ ایسا مشکل کام تھا کہ عام آدمی یا وقار عمل کے ذریعہ ناممکن تھا۔ اسی طرح سڑک پار لجنہ ہاؤس کی عمارت بھی بہت احتیاط سے گرائی گئی تا کہ ہمسائیوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ اس کے علاوہ ملبہ سے لکڑی، لوہے، سیمنٹ اور پتھر کو الگ الگ کرنا اور ان کی جگہ پر پھینکنا بھی اچھا خاصہ مشکل کام تھا۔ یہاں کے قوانین کے مطابق مٹی پھینکنے سے پہلے مٹی کے چند نمونے لیبارٹری میں بھجوائے جاتے ہیں، اس کے بعد کیمون کی طرف سے مٹی کی مختلف اقسام کی نشاندہی ہوتی ہے اور پھر مخصوص مقام پر پھینکنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ جب لجنہ ہاؤس کی Basement کی کھدائی کے لیے 448 مربع میٹر زمین 2 میٹر کی گہرائی تک کھودی گئی اور جب اس کی مٹی پھینکنے کا وقت آیا تو کیمون نے اس کے چند نمونے لیبارٹری بھجوائے جس کے بعد معلوم ہوا کہ مٹی میں انتہائی pollution موجود ہے اس کے پھینکنے کے لیے ایک خطیر رقم بطور جرمانہ ہمیں ادا کرنی پڑے گی۔ چنانچہ جرمانے کی ادائیگی کے بعد مٹی پھینکی گئی اور اس طرح Basement کی کھدائی کا کام بفضلہ تعالیٰ مکمل ہوا۔

مکان کرایہ پر

جب تعمیرات کے آغاز کا مرحلہ آیا تو میری رہائش کا بھی معاملہ سامنے آیا۔ چنانچہ مجلس عاملہ میں جب یہ معاملہ رکھا گیا تو اراکین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چونکہ میری اہلیہ اور بچے Malmo سویڈن میں رہتے ہیں اور صرف 35-40 منٹ کا راستہ ہے میں روزانہ رات کو چلا جایا کروں اور صبح آجایا کروں۔ لیکن جب مجلس عاملہ کی اس رائے کو حضور انور کی خدمت میں بغرض رہنمائی و منظوری بھجوایا گیا تو حضور انور نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ ڈنمارک نہیں چھوڑنا۔

چنانچہ مسجد سے 11 کلو میٹر کے فاصلہ پر کرایہ پر ایک مکان ایک سال کے لیے حاصل کیا گیا۔ میں روزانہ صبح آجاتا اور پھر تعمیراتی کام کا جائزہ اور نگرانی کے ساتھ ساتھ دیگر امور سرانجام دیتا اور بعد نماز عشاء گھر لوٹ جاتا۔

ساؤنڈ سسٹم

مسجد نصرت جہاں، نصرت ہال، لائبریری اور ناصر ہال میں ہماری خواہش تھی کہ کسی کمپنی سے ایسا sound system لگوایا جائے جس کے نتیجہ میں ہم صرف بٹن کو آن یا آف کریں تو سب جگہ آواز جائے اور بغیر شور شرابے اور رخنہ کے آواز جائے۔

اس کام کیلئے میں اور مکرم محمد اکرم محمود صاحب مربی سلسلہ نے جن کمپنیوں سے رابطہ کیا انہوں نے 12 لاکھ سے 15 لاکھ ڈینش کرونز کا تخمینہ دیا تھا۔ اور یہ ہمارے لئے بہت بڑی رقم تھی اور بہت مہنگا پراجیکٹ تھا۔

اِس دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ناروے میں ہمارے ایک احمدی نوجوان محسن باسط صاحب کی Sound system کی ایک کمپنی ہے اور وہ اس میں کافی تجربہ رکھتے ہیں۔

چنانچہ میں نے ان سے رابطہ کیا اور انہیں درخواست کی کہ وہ ہماری مدد کریں۔ چنانچہ وہ آئے اور سارا جائزہ لیا۔ بعض کام انہوں نے بلڈرز کے ذمہ لگائے کہ وہ تعمیرات کے دوران ان کاموں کو مکمل کرلیں باقی کام وہ خود آکر کریں گے۔

چنانچہ مکرم محسن صاحب 10-12 مرتبہ ناروے سے اپنے خرچ پر آتے رہے اور دن رات کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام تاریں، آلات اور متعلقہ سامان بھی انہوں نے ناروے سے نہایت مناسب قیمت پر خریدا اور یہاں بھجوایا۔ جماعت ڈنمارک ان کی خدمت کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال اور نفوس میں بے انتہا برکت ڈالے اور دنیا و آخرت کی حسنات سے نوازے آمین۔ اِس طرح ہمیں sound system تقریباً 5 لاکھ ڈینش کرونز میں پڑا اور ایک ملین کرونز کی بچت ہوئی۔ الحمدللہ۔

مکرم اکرم محمود صاحب مربی سلسلہ ڈنمارک کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے عاجز کے ساتھ دن رات بڑی بشاشت اور محنت کے ساتھ تعاون کیا اور اس کارخیر میں ایک خطیر حصّہ ڈالا۔ فجزاہ

اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

تعمیرات کا پُرانا رقبہ اور جدید نقشہ و رقبہ

مسجد نصرت جہاں اور اس سے ملحقہ مربی ہاؤس اور basement کا کل تعمیر شدہ رقبہ تقریباً 210 مربع میٹر تھا۔ جبکہ اب تعمیر شدہ رقبہ 537 مربع میٹر ہے۔ اس کے علاوہ Elevator اور اس Area کو شیشہ سے Cover کیا جو قریباً 30 مربع میٹر بنتا ہے۔

اسی طرح لجنہ ہاؤس جو ایک نہایت درجہ بوسیدہ عمارت تھی اور جس کا کل رقبہ 80 مربع میٹر تھا۔ اب اس کی جگہ 560 مربع میٹر کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ اس میں ایک ہال، کانفرنس روم، اشاعت کا دفتر، دو سٹورز، MTA سٹوڈیو، مکرم مربی صاحب کا دفتر، اور سیکرٹری مال، سیکرٹری وصایا اور انصار اللہ کے دفاتر تعمیر ہوئے ہیں۔ جبکہ اوپر مربی ہاؤس اور ایک گیسٹ ہاؤس تعمیر کیا گیا ہے۔

گنبد کی اندرونی حالت زار

مسجد نصرت جہاں کے گنبد کی اندرونی چھت بہت خراب ہوچکی تھی اور اس کی تمام تر خوبصورتی زائل ہوچکی تھی۔

چونکہ اس کی مرمت کا کام نہایت درجہ مشکل اور بڑے اخراجات کا تقاضا کرتا تھا اس لئے میں نے حضور انور کی خدمت میں درخواست کی کہ اگر جرمنی سے مکرم سعید گیسلر صاحب (Saeed Geesler) کو یہاں بھجوایا جائے تو وہ یہ کام سر انجام دیں۔ چنانچہ مکرم سعید گیسلر صاحب یہاں تشریف لائے اور گنبد کا معائنہ کیا اور پھر اس کی مرمت کیلئے منصوبہ بنایا۔ بعد میں وہ اپنی ٹیم کے ہمراہ تین مرتبہ تشریف لائے اور اِس کی مرمت کا کام شروع کیا۔

میں نے ان سے درخواست کی کہ گنبد کے گرد ایک فریم بھی تیار کردیں جس پر آیات قرآنیہ لکھوائی جاسکیں اِس سارے کام اور مرمت کے لئے مکرم سعید گیسلر صاحب اپنے ہمراہ ضروری سامان اورآلات بھی جرمنی سے لاتے رہے اور تین مرتبہ کئی کئی دن قیام کرتے رہے اور دن رات نہایت بشاشت اور محنت اور فدائیت کے جذبہ سے کام کرتے رہے۔ آپ کی ٹیم میں مندرجہ ذیل احباب شامل تھے۔

(Mr. Mustafa Bauch (Plaster work)

(Mr. Abdul Majeed (electric)

Mr. Mirza Muhammad Naeem

اللہ تعالیٰ ان سب کو غیر معمولی اجر سے نوازے اور ان کے گھروں کو اپنے نور سے روشن اور منور رکھے۔ آمین

گنبد کی اندرونی چھت کی مرمت کا کام مکمل ہوا اور آیات قرآنیہ تحریر کرنے کے لئے فریم بھی مکمل ہوگیا تو خاکسار نے حضور انور کی خدمت میں چند آیات بھجوائیں کہ ان میں سے کون کون سی آیات تحریر کی جائیں۔ حضور انور نے فرمایا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ہی تحریر کریں فقط۔

جرمنی میں ہمارے مکرم م نوید اقبال صاحب ایسے دوست ہیں جو خطاطی میں ماہر ہیں چنانچہ اُن سے درخواست کی کہ وہ کسی وقت جرمنی سے ڈنمارک آئیں اور مسجد نصرت جہاں کی اندرونی چھت پر آیت تحریر کریں۔ چنانچہ میں تہہ دل سے ان کا ممنون ہوں کہ وہ آئے اور نہایت خوبصورتی سے آیت کو تحریر کیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاءفی الدنیا و الآخرۃ

حضور انور کی اجازت سے مسجد میں ایک خوبصورت فانوس بھی لگایا گیا اِس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد نصرت جہاں کا اندرونی حصہ نہایت دلکش اور خوبصورت شکل میں مکمل ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی کروں کہ خاکسار نے موجودہ نصرت ہال اور اوپر لائبریری کیلئے 4 میٹر اور آگے تک تعمیر کی اجازت مانگی تھی مگر کمیون نے اس کی اجازت نہ دی اور اِس طرح کوئی 96 مربع میٹر تعمیر نہ ہوسکا۔ وگرنہ نصرت ہال کا رقبہ جو اس وقت 144 مربع میٹر،(کوریڈور کے علاوہ) کی جگہ 192 مربع میٹر ہوتا اور لائبریری کا کل رقبہ 48 مربع میٹر کی بجائے 96 مربع میٹر ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب بھی بہت کھلی اور وسیع جگہ دستیاب ہے الحمدللہ۔

احباب جانتے ہیں کہ مسجد نصرت جہاں کا ایک ستون مرکزی دروازہ کے آگے تھا جس کی وجہ سے سر ٹکرانے کا خدشہ رہتا اور جھک کر اندر جانا پڑتا تھا۔ چنانچہ میں نے تعمیراتی کمپنی سے معاہد ہ میں یہ کام بھی رکھوالیا کہ موجودہ دروازہ کی جگہ تبدیل کرکے تھوڑا آگے بنا دیا جائے تاکہ ستون راستہ میں حائل نہ ہو۔ چنانچہ مرکزی دروازے کی جگہ تبدیل کردی گئی اور اِس طرح اب مرکزی دروازہ ستون سے کچھ فاصلہ پر تعمیر کیا گیا ہے اور اس کے سامنے ایک لابی بھی تعمیر کی گئی جس سے خوبصورتی اور کشادگی میں اضافہ ہوا بلکہ دروازہ کھلا اور چوڑا ہوگیا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ حضور انور کی دعاؤں اور خصوصی توجہ و رہنمائی نے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کیا اور اب یہاں نہایت خوبصورت جدید سہولیات کے ساتھ عمارات تعمیر ہوچکی ہیں۔ اللہ کرے کہ اس کے ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ اس کا روحانی جمال اور وقار بھی ظاہر ہواور یہ مسجد ڈینش عوام وخواص میں تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قیام کا ذریعہ ثابت ہو۔ آمین

ایڈیٹر کے نام خط

مکرمہ فرحت ضیاء راٹھور۔ جرمنی سے لکھتی ہیں:

آپ کے اداریوں میں نت نئے نکات پڑھ کر خوشی ہوتی اور دل سے دعا نکلتی ہے۔

اپنا حال تو اس بچے کی مانند ہے جو کورے کاغذ پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچ دے کبھی وہ لکیریں لمبی ہوں اور کبھی چھوٹی کبھی موٹی اور کبھی اتنی باریک کہ لکیر ہونے کا احساس ہی مٹنے لگے، ان بے ترتیب لکیروں کو اس طرح توقیر بخشتے ہیں کہ خود پر ناز ہونے لگتا ہے اور قلم بے تاب ہو کر لکھنے کے لئے مچلنے لگتا ہے۔

ہر بار جب بھی اپنی حقیر سی کاوش کو الفضل کے بابرکت صفحات پر دیکھا تو دل حد سے بھر گیا اور آپ کے لئے بھی دعائیں زیر لب رہیں۔

آج صد سالہ جوبلی کے حوالے سے جو خراج تحسین آپ نے خاکسار کو بخشا ہے اس فہرست میں جگہ دی جہاں جگہ ملنا سعادت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے اور آپ کی ٹیم کے لئے بھی دل دعاؤں سے بھر گیا۔

عطاء الرحمٰن خالد۔ مربی سلسلہ ڈبلن آئرلینڈ

مسجد مریم۔ گولوے آئرلینڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عیسائیت کے گھر آئرلینڈ میں پہلی مسجد کا سنگ بنیاد گولوے کے شہر میں، جو ایک لحاظ سے دنیا کا کنارہ ہے، ستمبر 2010ء میں رکھا اور 26 ستمبر 2014ء میں اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔

زمین کا کل رقبہ 2400 مربع میٹر ہے یعنی پونے ایکڑ سے تھوڑا سا کم۔ مسجد کا مسقف حصہ ہے وہ 217 مربع میٹر ہے اور یہ جگہ 2009ء میں پانچ لاکھ پندرہ ہزار یورو کی لاگت سے خریدی گئی تھی۔ پھر اس کی تعمیر پر تقریباً گیارہ لاکھ یورو کے اخراجات آئے۔ مین ہال اور دوسری جگہوں کو ملا کے ان میں تقریباً دو سو کے قریب لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد سے ملحقہ دو دفاتر بھی ہیں۔ اس زمین پر ایک مکان بھی بنا ہواتھا جو تین کمروں پر مشتمل ہے اور اس میں کچن وغیرہ بھی بنا ہوا ہے۔ سترہ گاڑیوں کی پارکنگ کی بھی گنجائش ہے۔ پھر اس زمین کی لوکیشن (Location) بڑی اچھی ہے۔ قریب ہی یہاں گھوڑ دوڑ کا ریسنگ گراؤنڈ (Racing ground) ہے جہاں سے یہ خوبصورت مسجد بڑی اچھی طرح نظر آتی ہے۔ مسجد کے گرد کافی آبادی ہے اور مسجد کے سامنے سے تقریباً روزانہ ہی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ گزرتے ہیں۔ گولوے ایئرپورٹ بھی دس منٹ کے فاصلے پر ہے۔ مسجد کے افتتاح سے کچھ

عرصہ قبل دو اور مکان بھی خریدے گئے جو بالکل مسجد کے پیچھے دیوار کے ساتھ لگتے ہیں۔

جماعت آئرلینڈ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر مسجد کے پیچھے ایک نئے ہال کی تعمیر بھی کی گئی ہے جو اکتوبر 2022ء میں مکمل ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس نئے ہال کا نام ”مسرور ہال“ رکھا ہے۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

صباح الدین بٹ۔ نمائندہ الفضل آن لائن سوئٹزرلینڈ

سوئٹزرلینڈ کی پہلی مسجد

مؤرخہ 25/ اگست 1962ء کو صبح ساڑھے دس بجے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بیٹی سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوئٹزرلینڈ تاریخ کی پہلی مسجد، محمود مسجد زیورخ کا سنگ بنیاد رکھا۔

سنگ بنیاد کے لئے مسجد مبارک کی وہ اینٹ جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے بعد بھجوایا تھا استعمال کی گئی۔ مبلغ سلسلہ مکرم چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب کی نگرانی میں مسجد تعمیر ہوئی اور مؤرخہ 2/ جون 1963ء کو سہ پہر تین بجے حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدر جنرل اسمبلی نے مسجد کا افتتاح فرمایا۔ پہلی اذان مبلغ اسلام مکرم کرم الٰہی ظفر صاحب نے دی۔

محمود مسجد زیورخ، فورخ سٹراسے 323 پر واقع ہے:

باپ کی دعا، بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا، باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر کے وقت ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید سے فرمایا کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔

”توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 502)

ایک سبق آموز بات

اچھا انسان بننے کا طریق

اللہ تعالیٰ نماز با جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرماوے تو مسجد کے آداب مد نظر رکھنے سے مثلاً صحیح جگہ بیٹھنا۔ نمازی کے آگے سے نہ گزرنا۔ خاموشی سے ذکر الٰہی میں مصروف رہنا وغیرہ امور اچھا شہری بلکہ اچھا پڑوسی اور اچھا انسان بننے میں بہت مدد گار ہوتے ہیں۔

مرسلہ: عبدالباسط شاہد

دعا کا تحفہ

صبح کی دعا نمبر 1

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے:

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ

(مسلم کتاب الذکر)

ترجمہ: ہم نے صبح کی اور تمام ملک نے بھی اللہ کی خاطر صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب بادشاہت اُسی کی ہے اور سب حمد بھی اسی کو زیبا ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ اے میرے ربّ! مَیں تجھ سے اِس دن کی خیر چاہتا ہوں اوراس کے بعد کی بھلائی بھی اور مَیں تجھ سے اس دن کے شرّ کی پناہ مانگتا ہوں اور اِس کے بعد کی برائی سے بھی۔

اے میرے ربّ! مَیں سُستی اور تکبّر کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میرے پروردگار! مَیں آگ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 109)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

حق مہر کی ادائیگی عورت کا حق

ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مہر سالم پانچ سو روپیہ مدعیہ کو دلایا جائے کیونکہ شریعت کی رو سے عورت کا حق ہے اور بسا اوقات اس کی معافی بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس کی ایک رنگ میں ماتحت حالت اس کی معافی کی وقعت کو اصول شرعیہ کے رو سے بہت کچھ گرا دیتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ ہے۔ پس قبل از ادائیگی مہر معافی کوئی حقیقت نہیں رکھتی خصوصاً جب کہ ہمارے ملک میں عورتوں میں یہ عام خیال ہو کہ مہر صرف نام کا ہوتا ہے بلکہ بعض اس کی وصولی کو ہتک خیال کرتی ہیں۔

(فرمودات مصلح موعودؓ درباره فقہی مسائل صفحہ 212)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع و غروب آفتاب

26/ دسمبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:34	17:46
مدینہ منورہ	05:40	17:41
قادیان	05:59	17:31
ربوہ	05:39	17:11
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:37	16:00